سنت و بدعت

جس میں سنت و بدعت اور بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کا فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ اور قرآن و سنت اور مشاہیر صوفیائے کرام کے اقوال سے بدعت کی خرابیاں ظاہر کی گئی ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتئ اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

تصانیف

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان

- تفسیر معارف القرآن کامل ۸ جلدیں (اعلیٰ و عام ایڈیشن)
- اسلام کا نظام اراضی
- آلات جدیدہ کے شرعی مسائل
- ایمان و کفر قرآن کی روشنی میں
- احکام و تاریخ قربانی
- احکام دعا
- اوزان شرعیہ
- احکام و خواص بسم اللہ
- احکام حج
- آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- آداب المساجد
- انسانی اعضاء کی پیوند کاری
- اسلام کا نظام تقسیم دولت
- اسلام اور موسیقی
- اسلامی ذبیحہ
- بیمہ زندگی
- پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا مسئلہ
- پیغمبر امن و سلامت
- تصویر کے شرعی احکام
- جواہر الفقہ کامل ۳ جلد
- جہاد
- چند عظیم شخصیات
- ختم نبوت
- خطبات جمعہ و عیدین
- دو شہید
- ذوالنون مصری
- ذکر اللہ اور فضائل درود و سلام
- رویت ہلال
- رفیق سفر
- سنت و بدعت
- سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
- شہادت کائنات
- شب برات
- شہید کربلا
- ضبط ولادت
- علمی کشکول
- علامات قیامت اور نزول مسیح
- فتاویٰ دار العلوم دیوبند کامل ۲ جلدیں
- قرآن میں نظام زکوٰۃ
- موت کے وقت [illegible] اور [illegible] آخرت
- مجالس حکیم الامت
- مسئلہ سود
- مقام صحابہؓ
- میرے والد ماجدؒ
- مکاتیب حکیم الامت
- مصیبت کے بعد راحت
- نجات المسلمین
- نقوش و تاثرات
- وحدت امت

فون ۵۰۳۹۷۲۳
ادارۃ المعارف کراچی ۱۴
پوسٹ کوڈ ۷۵۱۸۰

سُنّت و بِدعت

جس میں سُنّت و بدعت اور بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیّئہ کا فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ اور قرآن و سُنّت اور مشاہیر صُوفیائے کرام کے اقوال سے بدعت کی خرابیاں ظاہر کی گئی ہیں۔



حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان



اِدارۃُ المعارف کراچی ۱۴

باہتمام : محمد مشتاق تنی
طبع جدید : ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ - نومبر ۲۰۰۷ء
مطبع : شمس پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر : ادارۃ المعارف کراچی
فون : 5049733 - 5032020
ای میل : i_maarif@cyber.net.pk

ملنے کے پتے:

* ادارۃ المعارف کراچی
فون: 5049733 - 5032020

* مکتبہ معارف القرآن کراچی
فون: 5031565 - 5031566

پیش لفظ

اللہ عزوجل کا انعام ہے کہ ''ادارۃ المعارف'' کی جانب سے یہ پندرھویں کتاب ہدیۂ قارئین کی جارہی ہے۔

بدعت کا طوفان اس وقت جس زور وشور سے اُٹھا ہے اُس نے علمائے اہل قلم کو ایک بار پھر اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے۔ شومیٔ قسمت سے یہ طوفان عین اس وقت اٹھا جب کہ مسلمانانِ پاکستان پر عیسائیت، کمیونزم، قادنیت اور انکار حدیث کے فتنوں کی ہر طرف سے یلغار ہورہی ہے، مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے اتحاد کی جتنی ضرورت اس وقت ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہو، لیکن عین اسی وقت بدعات کا ہمہ گیر طوفان بھی پورے زور وشور سے اٹھ کھڑا ہوا۔

علمائے حق کی فکری قوتیں اور زورِ قلم جو عیسائیت، کمیونزم، قادیانیت اور انکار حدیث کے مقابلہ میں مشغول تھا جو مجبوراً اپنے اصل میدان سے ہٹ کر داخلی انتشار کی طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ یہ ایسا المیہ ہے کہ اس پر جتنے آنسو بہائے جائیں کم ہیں۔

یہ رسالہ ''سنت و بدعت'' درحقیقت کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ رد بدعات پر حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہم کے متفرق مضامین اور رسائل کا مجموعہ ہے، ان میں سے بعض علیحدہ علیحدہ مختلف صورتوں میں شائع بھی ہو چکے ہیں قارئین کی سہولت اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر احقر نے اسے یکجا کتابی شکل میں مرتب کیا ہے اور حضرت مفتی صاحب مدظلہم کی نظر ثانی کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔

ضرورت ہے کہ اسے بکثرت تقسیم کیا جائے تا کہ جو لوگ ناواقفیت سے بدعت کی تاریکیوں میں سرگرداں ہیں انہیں سنت کی مشعل راہ میسر ہو سکے۔ واللہ المستعان۔

محمد رفیع عثمانی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ
خصوصا علی سیدنا محمد المصطفیٰ و من یھدیہ اھتدی

مُقدّمہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق آخر زمانہ میں فتنوں کی کثرت ہونے والی تھی وہ ہوئی اور ہوتی چلی گئی۔ ہم جیسے ضعیف القوۃ، ضعیف الہمۃ، ضعیف الایمان لوگوں کی نوبت اس دور میں آئی جب کہ پوری دنیا کو فتنوں نے گھیر لیا ہے۔ روز وشب نئے نئے فتنوں کی بارش ہے۔

لیکن جیسے فتنوں کا زمانہ مشکلات کا خارزار ہے ویسے ہی اس زمانہ میں صحیح طریق سنت پر قائم رہنے اور دوسروں کو قائم رکھنے کے فضائل بھی بے حد و بے قیاس ہیں۔ حدیث میں ہے:۔

العبادۃ فی الھرج کھجرۃ الی. رواہ مسلم

فتنہ کے زمانے میں عبادت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی ہجرت کر کے میرے پاس آجائے۔ (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص فساد امت کے زمانہ میں میری سنت کو زندہ کرے اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں سنت کے مطابق نیک عمل کرنے والے کا ثواب پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ثواب رکھتا ہے اور وہ پچاس بھی آج کے نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ میں سے پچاس آدمی۔

اور جس وقت بدعات ومنکرات دنیا میں پھیل جائیں اس وقت کے اہل علم کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کو اس وقت اپنے علم کا اظہار کرنا چاہئے اور جو ایسا نہ کرے اس پر سخت وعید فرمائی ہے۔ (کما اخرجہ الآجری فی کتاب السنة عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وسیاتی تمامہ) چنانچہ ہر زمانہ ہر دور کے علماء نے اپنے اپنے زمانہ میں فتنوں کے طوفان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے صحیح طریقہ کو روشن کیا اور بدعات و محدثات کی تلبیس کو دور کیا۔

لیکن آج کل جن فتنوں کا طوفان ہے ان میں ایک طرف لادینی، انکارِ خدا، انکارِ رسالتؐ، انکارِ حدیث، انکارِ ختم نبوت کے وہ فتنے ہیں جن کی ضرب براہِ راست اسلام کی بنیادوں پر پڑتی ہے۔ اس ناکارہ نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے دینی تعلیم وتبلیغ فتویٰ اور تصنیف وتالیف کے مثبت کام کے ساتھ جو کچھ کام ہوسکا وہ انہیں فتنوں کے مقابلہ میں کیا جو اعتقادی بدعات ہیں عملی بدعات ومحدثات کے سلسلے میں اب تک کوئی خاص کام نہیں ہوسکا۔ حال میں ایک محترم دوست نے اپنے ماہنامہ کے لیے بدعات کی تعریف اور اس کی خرابیوں پر مشتمل ایک مقالہ لکھنے کے

لیے مجھے فرمایا اور خلاف عادت کچھ ایسے اصرار سے فرمایا کہ اپنی بے شمار ذمہ داریوں، مصروفیتوں اور اس پر طبعی ضعف کے باوجود وعدہ کر لینے کے سوا چارہ نہ رہا۔ کچھ لکھنا شروع بھی کیا۔ لیکن صبح سے رات بارہ بجے تک تمام اوقات مشغول، وقت کہاں سے لاؤں۔

ایک اتفاقی حادثہ

مگر بحکم قضا وقدر ۲۳ رجب ۱۳۷۶ھ ۲۴ مارچ ۱۹۵۷ء میں دوپہر کے کھانے کے ساتھ ہڈی کا ایک نوکیلا ریزہ حلق میں اتر گیا اور احساس اس وقت ہوا جب وہ کافی نیچے پہنچ کر حلق میں پھنس گیا جوں جوں اسے نیچے اتارنے کی تدبیریں کیں وہ اور حلق کے گوشت میں پیوست ہوتا چلا گیا۔

یہی وہ منزل ہے جہاں انسان کے سارے عزائم، پروگرام اور مشاغل ایک منٹ میں ختم ہوجاتے ہیں۔

کراچی میں حلق کے اسپیشلسٹ ماہر ڈاکٹر شفیع الدین خاں صاحب نے خصوصی عنایت وتوجہ سے ایکسرے کے بعد ہڈی کو حلق میں پیوست دیکھا تو بے ہوش کر کے بغیر آپریشن کے نکال لیا۔

حق تعالیٰ نے دوسری زندگی عطا فرمائی۔ پچھلی زندگی کی بربادی پر افسوس اور نئی زندگی کو ٹھکانے لگانے کی ملی جلی فکریں دل ودماغ پر چھائی ہوئی ادھر دل ودماغ حادثہ کے اثر سے دکھے ہوئے۔ کسی کام پر اقدام کی اجازت نہیں دیتے۔ ڈاکٹروں اور دوستوں کی بھی یہ تاکید کہ چند روز آرام کیا جائے۔ تجویز یہ ہوئی کہ دارالعلوم

کراچی کی جدید عمارت جو شہر سے دس بارہ میل دور شرانی گوٹھ میں بنی ہے چند روز وہاں رہا جائے۔

بالآخر اتوار ۳۰ شعبان ۱۳۷۶ھ کو یہاں آ گیا۔ یہاں کی صحت بخش آب وہوا اور کھلی فضا کو حق تعالیٰ نے اس نئی زندگی کی غذا بنا دیا اور اب اس فرصت میں طبیعت کچھ کام تلاش کرنے لگی۔ بدعت وسنت کا یہ مقالہ جو زیر تحریر تھا اور اسی طرح ایک دو اور ضروری مضامین جو زیر تحریر تھے ان کی تکمیل کا خیال آیا بنام خدا تعالیٰ شروع کیا تو دو روز میں بعونہ تعالیٰ یہ زیر نظر رسالہ تیار ہو گیا۔

اس پوری داستان کو سامنے رکھ کر جب ذرا بھی حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو انسانی عزم وارادہ اور اس کے سعی وعمل اور اس میں کامیابی وناکامی پوری حقیقت محسوس ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ یہاں کچھ اپنا نہیں ہے ہر حرکت ہر سکون ہر عمل ہر سعی اسی رب العالمین کا کرم ہی کرم ہے۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کو اس میں مشغول کر کے اس کے برائے نام کسب واختیار کے نام پر اس کے نامہ اعمال میں ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ **فللہ الحمد اولہ و اخرہ،**

نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم نہ بہ نقش بستہ مشوشم
نفسے بیاد تو می زنم، چہ عبارت و چہ معانیم

ایک دردمندانہ گزارش

بدعت وسُنّت کی جنگ میں ایک لمحہ فکریہ

بدعت کی تعریف اور اس کی خرابیاں از روئے قرآن وسنت آ گئے آتی ہیں۔ لیکن اس جگہ ایک بات ہر وقت پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص سنت کے اتباع اور بدعت کی مخالفت کی دعوت دیتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا منشاء بجز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور ان کے دین کی حفاظت کے اور کچھ نہیں۔

اسی طرح جو شخص کسی بدعت میں مبتلا ہے منشا اس کا بھی اللہ جل شانہ، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی رضا حاصل کرنا ہی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بدعت کو وہ بھی گمراہی کہتا اور برا سمجھتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ علم صحیح نہ ہونے کے سبب وہ کسی بدعت کو بدعت نہیں سمجھتا بلکہ اس کو عبادت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا ذریعہ سمجھ کر اختیار کیے ہوئے ہے۔

اس لیے ضرورت اس کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر مسلمان کی خیر خواہی کو اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے ہمدردی وخیر خواہی کے لہجہ

میں مسلمانوں کو حقیقت امر سے واقف کرایا جائے۔کلی

تشدد، طعنہ زنی، الزام تراشی کے طریقوں سے کلی طور پر اجتناب کیا جائے کہ ان سے کبھی کسی کی اصلاح نہیں ہوتی، بدعتی اور وہابی کے طعن آمیز خطابات سے پرہیز کیا جائے اور کسی کے کلام کو توڑ مروڑ کر اس کے منشا و مقصد کے خلاف اس پر غلط الزام لگانا کھلا بہتان ہے جس کے حرام ہونے میں کسی کو کسی تردد کی گنجائش نہیں آخرت کے حساب کو سامنے رکھتے ہوئے ان حرکات سے باز رہا جائے۔

اس مختصر گزارش کے بعد اصل مقصد پر آتا ہوں اور چونکہ اصل خرابی ناواقفیت اور بدعت کو بدعت نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی ہے اس لئے پہلے بدعت کی تعریف اور اس کی حقیقت لکھتا ہوں!

ان اردت الا الا صلاح ما استطعت
وما تو فيقى الا بالله العلى العظيم

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

بدعَت کیا چیز ہے؟
اور اس میں کیا خرابی ہے؟

بدعَت کی تعریف

اصل لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں خواہ عبادات سے متعلق ہو یا عادات سے، اور اصطلاح شرع میں ہر ایسے نو ایجاد طریقہ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً نہ صراحۃً نہ اشارۃً، بدعت کی یہ تعریف علامہ برکوی کی کتاب الطریقۃ المحمدیہ، اور علامہ شاطبی کی کتاب الاعتصام سے لی گئی ہے۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عادات اور دنیوی ضروریات کے لئے جو نئے نئے آلات اور طریقے روزمرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں ان کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ بطور عبادت اور بہ نیت ثواب نہیں کئے جاتے یہ سب جائز اور مباح ہیں بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً، صراحۃً یا

اشارۃً وہ بھی بدعت نہیں ہوسکتی۔

نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس کام کی ضرورت عہد رسالت میں موجود نہ تھی بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پیدا ہوگئی وہ بھی بدعت میں داخل نہیں۔ جیسے مروجہ مدارس اسلامیہ۔ اور تعلیمی تبلیغی انجمنیں اور دینی نشر واشاعت کے ادارے اور قرآن وحدیث سمجھنے کے لیے صرف ونحو اور ادب عربی اور فصاحت و بلاغت کے فنون یا مخالف اسلام فرقوں کا رد کرنے کے لیے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لیے جدید اسلحہ اور جدید طریق جنگ کی تعلیم وغیرہ کہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے عبادت بھی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں مگر پھر بھی ان کو بدعت اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ ان کا سبب داعی اور ضرورت اس عہد مبارک میں موجود نہ تھی بعد میں جیسی جیسی ضرورت پیدا ہوتی گئی علماء امت نے اس کو پورا کرنے کے لئے مناسب تدبیریں اور صورتیں اختیار کرلیں۔

اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں نہ اپنی ذات میں عبادت ہیں نہ کوئی ان کو اس خیال سے کرتا ہے کہ ان میں زیادہ ثواب ملے گا بلکہ وہ چیزیں عبادت کا ذریعہ اور مقدمہ ہونے کی حیثیت سے عبادت کہلاتی ہیں گویا یہ احداث فی الدین نہیں بلکہ احداث للدین ہے اور احادیث میں ممانعت احداث فی الدین کی آئی ہے احداث للدین کی نہیں۔ یعنی کسی منصوص دینی مقصد کو پورا کرنے کے لئے بضرورت زمان ومکان کوئی نئی صورت اختیار کرلینا ممنوع نہیں۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جن کاموں کی ضرورت عہد رسالت میں اور زمان مابعد یکساں ہے ان میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں اس کو بدعت کہا جائے گا اور یہ ازروئے قرآن وحدیث ممنوع وجائز ہوگا۔

مثلاً درود وسلام کے وقت کھڑے ہوکر پڑھنے کی پابندی۔ فقراء کو کھانا کھلا کر ایصال ثواب کرنے کے لیے کھانے پر مختلف سورتیں پڑھنے کی پابندی نماز با جماعت کے بعد پوری جماعت کے ساتھ کئی کئی مرتبہ دعا مانگنے کی پابندی۔ ایصال ثواب کے لیے تیجہ، چہلم وغیرہ کی پابندی رجب وشعبان وغیرہ کی متبرک راتوں میں خود ایجاد قسم کی نمازیں اور ان کے لیے چراغاں وغیرہ اور پھر ان خود ایجاد چیزوں کو فرض و واجب سمجھنا ان میں شریک نہ ہونے والوں پر ملامت اور لعن طعن کرنا وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ درود وسلام، صدقہ خیرات، اموات کو ایصال ثواب، متبرک راتوں میں نماز وعبادت، نمازوں کے بعد دعا، یہ سب چیزیں عبادات ہیں ان کی ضرورت جیسے آج ہے ایسے ہی عہد صحابہؓ میں بھی تھی ان کے ذریعہ ثواب آخرت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذوق وشوق جیسے آج کسی نیک بندے کو ہوسکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو ان سب سے زائد تھا۔ کون دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس کو صحابہ کرامؓ سے زائد ذوق عبادت اور شوق رضاء الٰہی حاصل ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''کل عبادة لم يتعبدها اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تعبدو ها فان

الأول لم يدع للآخر مقالاً فاتقوالله يا معشر المسلمين و خذوا بطريق من كان قبلكم" یعنی جو عبادت صحابہ کرامؓ نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو کیونکہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کو یہ پورا کریں اے مسلمانو! خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو اور اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

(اعتصام للشاطبی ص ۳۱۰ ج ۱)

بدعت کے ناجائز و ممنوع ہونے کی وجوہ

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب یہ سب کام عہد صحابہ کرامؓ میں بھی عبادت کی حیثیت سے جاری تھے تو ان کے ایسے طریقے اختیار کرنا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کیے ان کا فلسفہ اور حکمت کیا ہے کیا یہ مقصد ہے کہ ان عبادات کے یہ نئے طریقے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو معلوم نہ تھے آج ان دعوے داروں پر انکشاف ہوا ہے اس لیے انہوں نے اختیار نہیں کیے یہ کر رہے ہیں۔

دین میں کوئی بدعت نکالنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خیانت کی تہمت لگانا ہے

اور اگر کہا جائے کہ ان کو معلوم تھے مگر لوگوں کو نہیں بتلایا تو کیا یہ معاذ اللہ ان حضرات پر دین میں بخل و خیانت اور تبلیغ رسالت کے فرائض میں کوتاہی کا الزام

نہیں ہے اسی لیے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے وہ گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ رسالت میں خیانت کی کہ پوری بات نہیں بتلائی۔

بدعت نکالنا یہ دعویٰ کرنا ہے
کہ دین عہدِ رسالتؐ میں مکمل نہیں ہوا تھا

ایک طرف تو قرآن کا یہ اعلان الیوم اکملت لکم دینکم یعنی میں نے آج تم پر اپنا دین مکمل کر دیا، دوسری طرف عبادات کے نئے نئے طریقے نکال کر عملاً یہ دعویٰ کہ شریعت اسلام کی تکمیل آج ہو رہی ہے کیا کوئی مسلمان جان بوجھ کر اس کو قبول کر سکتا ہے۔

اس لیے یقین کیجیے کہ عبادات کا جو طریقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کیا وہ دیکھنے میں کتنا ہی دل کش اور بہتر نظر آئے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اچھا نہیں اسی کو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ مالم یکن یومئذ دینا لا یکون الیوم دینا یعنی جو کام اس زمانہ میں دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں کہا جا سکتا۔ انہوں نے ان طریقوں کو معاذ اللہ نہ تو ناواقفیت کی بنا پر چھوڑا تھا نہ سستی یا غفلت کی بنا پر بلکہ ان کو غلط اور مضر سمجھ کر چھوڑا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو ثانی فاروقِ اعظم سمجھے جاتے تھے انہوں نے یہی مضمون اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔

آج اگر کوئی شخص نماز تین کے بجائے چار رکعت اور صبح کی دو کے بجائے تین

یا چار پڑھنے لگے یا روزہ مغرب تک رکھنے کے بجائے عشاء کے بعد تک رکھے تو ہر سمجھ دار مسلمان اس کو برا اور غلط اور ناجائز کہے گا حالانکہ اس غریب نے بظاہر کوئی گناہ کا کام نہیں کیا، کچھ تسبیحات زیادہ پڑھیں کچھ اللہ کا نام زیادہ لیا۔ پھر اس کو باتفاق برا اور ناجائز سمجھا گیا صرف اسی لیے نہیں کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے اور سکھائے ہوئے طریقہ عبادت پر زیادتی کر کے عبادت کی صورت بدل ڈالی اور ایک طرح سے اس کا دعویٰ کیا کہ شریعت کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل نہیں کیا تھا اس نے کیا ہے، یا معاذ اللہ آپ نے ادائے امانت میں کوتاہی اور خیانت برتی ہے کہ یہ نئے اور مفید طریقہ ہائے عبادت لوگوں کو نہیں بتلائے۔

اب غور کیجئے کہ نماز کی رکعات تین کے بجائے چار پڑھنے میں اور نمازوں، دعاؤں، درود وسلام کے ساتھ ایسی شرطیں اور طریقے اضافہ کرنے میں کیا فرق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عبادات شرعیہ میں اپنی طرف سے قیدوں، شرطوں کا اضافہ شریعت محمدیہ کی ترمیم اور تحریف ہے اس لیے اس کو شدت کے ساتھ روکا گیا ہے۔

بدعت تحریفِ دین کا راستہ ہے

بدعت کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر عبادات میں اپنی طرف سے قیدیں، شرطیں اور نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کی اجازت دے دی جائے تو دین کی تحریف ہو جائے گی کچھ عرصہ کے بعد یہ بھی پتہ نہ لگے گا کہ اصل عبادت جو رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی تھی کیا اور کیسی تھی۔ پچھلی امتوں میں تحریفِ دین کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے اپنی کتاب اور اپنے پیغمبر کی بتلائی ہوئی عبادات میں اپنی طرف سے عبادات کے نئے نئے طریقے نکال لیے اور ان کی رسم چل پڑی کچھ عرصہ کے بعد اصل دین اور نو ایجاد چیزوں میں کوئی امتیاز نہ رہا۔

شریعتِ اسلام میں نفل کو فرض سے جُدا کرنے کا حکم

شریعت اسلام نے چونکہ ہر فتنہ کے دروازہ کو بند اور فساد دین کے راستہ کو روکا ہے اسی لیے اس کا بھی خاص اہتمام فرمایا کہ فرائض اور نوافل میں پورا امتیاز رہے حقیقت کے اعتبار سے بھی اور صورت کے اعتبار سے بھی نمازوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا تو یہ معمول رہا کہ مسجد میں صرف فرض نماز جماعت سے ادا فرماتے۔ باقی نوافل اور سنتیں بھی گھر میں جا کر پڑھتے تھے اور جن نمازوں کے بعد سنت یا نفل نہیں ہے ان میں اگر نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنا اور کوئی وظیفہ پڑھنا ہے تو بصورت نماز قبلہ رخ نہیں بیٹھتے بلکہ داہنی یا بائیں جانب پھر کر بیٹھتے ہیں تاکہ دور ہی سے ہر شخص یہ سمجھ لے کہ نماز فرض ختم ہو چکی ہے۔ اب امام جو کچھ پڑھ رہا ہے وہ اختیاری چیز ہے۔ اصل سنت تو یہی ہے کہ نوافل اور نفلی عبادات سب تنہائی میں اپنے گھروں میں ادا کی جائیں اور اگر مسجد میں ہی سنتیں پڑھنا ہو تو بھی مسنون طریقہ یہ ہے کہ جماعت فرض کی ہیئت کو ختم کر دیا جائے صفیں توڑ دی جائیں لوگ آگے پیچھے ہو کر سنتیں پڑھیں۔

اسی طرح روزہ شرعاً صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے۔ لیکن چونکہ رات

کوسب لوگ عادۃً سوتے ہیں اور سونے کی حالت میں بھی کھانے پینے سے آدمی ایسا ہی رکا رہتا ہے جیسا روزہ میں اس لیے سحری کھانا مسنون قرار دیا گیا تاکہ سونے کے وقت جو صورت روزہ کی ہوگئی تھی اس سے امتیاز ہوجائے اور روزہ ٹھیک صبح صادق کے بعد سے شروع ہو۔ اسی لیے سحری کھانا بالکل آخر وقت میں مستحب ہے اسی طرح غروب آفتاب کا یقین ہوجاتے ہی روزہ فوراً افطار کرنا چاہیے دیر کرنا مکروہ ہے تاکہ روزہ کی عبادت کے ساتھ زائد وقت کا روزہ میں اضافہ نہ ہوجائے۔

آج بھی یہ سب چیزیں بحمد اللہ مسلمانوں میں جاری ہیں مگر جہالت و ناواقفیت سے ان چیزوں کی حقیقت سے بے خبری ہے۔ صبح اور عصر کی نماز کے بعد عام طور پر آئمہ مساجد قبلہ کی جانب سے مڑکر تو بیٹھ جاتے ہیں لیکن اس پر نظر نہیں کہ یہ مڑنا اس غرض سے تھا کہ عملاً اس کا اعلان کردیں کہ اب فرض ختم ہوچکے ہر شخص کو اختیار ہے جو چاہے کرے جہاں چاہے جائے مگر یہاں پوری جماعت کو اس کا پابند کیا ہوا ہے کہ جب تک تین مرتبہ دعاء جماعت کے ساتھ نہ کرلیں اس وقت تک سب منتظر رہیں۔ پھر ان دعاؤں میں بھی خاص خاص چیزوں کی ایسی پابندی ہے جیسے کوئی فرض ہو جب تک وہ خاص دعائیں نہ پڑھی جائیں عوام یوں سمجھتے ہیں کہ نماز کا کوئی جز رہ گیا۔

یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور شریعت اسلام کی احتیاط کی صریح مخالفت ہے کہ دعاؤں اور وظیفوں کو نماز فرض کے ساتھ اس طرح جوڑ دیا کہ دیکھنے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ وظیفے اور دعائیں بھی گویا نماز کا جزء ہیں۔ جو امام یہ دعائیں اور وظائف سب مقتدیوں کو ساتھ لے کر نہ پڑھے اُس کی نماز کو مکمل نہیں

سمجھا جاتا بلکہ اس پر طرح طرح کے الزام لگائے جاتے ہیں۔

بدعتِ حسنہ اور سیّئہ

صحیح حدیث میں ہے کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصطلاحِ شرع میں ہر بدعت سیہ اور گمراہی ہے۔ کسی بدعتِ اصطلاحی کو بدعت حسنہ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ لغوی معنی میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں اس اعتبار سے ایسی چیزوں کو بدعت حسنہ کہہ دیتے ہیں جو صریح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہیں تھی بعد میں کسی ضرورت کی بنا پر ان کو اختیار کیا گیا جیسے آج کل کے مدارس اسلامیہ اور ان میں پڑھائے جانے والے علوم وفنون۔ کہ اصل بنیاد تعلیم اور درس اور مدرسہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ نے خود فرمایا اِنما بعثت معلماً یعنی میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لیکن جس طرح کے مدارس کا قیام اور ان میں جس طرح کی تعلیم آج کل بضرورت زمانہ ضروری ہوگئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں اس کی ضرورت نہ تھی آج ضرورت پیش آئی تو احیاء سنت کے لیے اس کو اختیار کیا گیا۔ جو تعریف بدعت کی اوپر لکھی جاچکی ہے اس کی رو سے ایسے اعمال بدعت میں داخل نہیں لیکن لغوی معنی کے اعتبار سے کوئی ان کو بدعت کہہ دے تو بدعت حسنہ ہی کہا جائے گا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی یک جا جماعت کو دیکھ کر اس معنی کے اعتبار سے فرمایا نعمت البدعةُ هذه یعنی یہ بدعت

تو اچھی ہے کیونکہ ان کو اور سب کو معلوم تھا کہ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھی اور پڑھائی اور زبانی اس کی تاکید کی اس لیے حقیقۃً اور شرعاً تو اس میں بدعت کا کوئی احتمال نہ تھا۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ایک خاص عذر کی وجہ سے تراویح کی جماعت کا ایسا اہتمام نہ کیا گیا تھا جو بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیم کے مطابق کیا گیا اس لیے ظاہری اور لغوی طور پر یہ کام بھی نیا تھا اس کو نعمت البدعۃ فرمایا۔ بدعت حسنہ کا اس سے زیادہ کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا من ابتدع بدعۃ یراھا حسنۃ فقدزعم ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم خان الرسالۃ لان اللہ تعالیٰ یقول الیوم اکملت لکم دینکم فمالم یکن یومئذ دیناً لایکون الیوم دیناً۔

(اعتصام ص ۴۸ ج ۱)۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد یا بعض بزرگوں کے ایسے کلمات کی آڑ لے کر طرح طرح کی بدعتیں بدعتِ حسنہ کے نام سے ایجاد کرنے والوں کے لیے اس میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے بلکہ جو چیز اصطلاح شرع میں بدعت ہے وہ مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے۔ البتہ بدعات میں پھر کچھ درجات ہیں بعض سخت حرام قریب شرک کے ہیں بعض مکروہ تحریمی، بعض تنزیہی۔

قرآن و حدیث اور آثار صحابہ و تابعین وائمہ دین میں بدعات و محدثات کی خرابی اور ان سے اجتناب کی تاکید پر بے شمار آیات و روایات ہیں ان میں سے بعض اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

بدعت کی مذمت قرآن وحدیث میں

علامہ شاطبی نے کتاب الاعتصام میں آیات قرآنیہ کافی تعداد میں اس موضوع پر جمع فرمائی ہیں ان میں سے دو آیتیں اس جگہ لکھی جاتی ہیں:

(۱) **ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم وکانو شیعاً کل حزب بمالدیھم فرحون**

مت ہو مشرکین میں سے جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا اپنے دین کو اور ہو گئے فرقے اور پارٹیاں ہر ایک پارٹی اپنے طرز پر خوش ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ﷺ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ اس سے مراد اہل بدعت کی پارٹیاں ہیں۔ (اعتصام ص ۶۵ ج ۱)

(۲) **قل ھل انبئکم بالاخسرین اعمالاً الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعاً**

آپ فرمایئے کہ کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ کون لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ جن کی سعی و عمل دنیا کی زندگی میں ضائع اور بیکار ہو گئی اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا عمل کر رہے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ نے اخسرین اعمالا کی

تفسیر اہل بدعت سے کی ہے اور بلاشبہ اس آیت میں اہل بدعت کی حالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خودتراشیدہ اعمال کو نیکی سمجھ کر خوش ہیں کہ ہم ذخیرہ آخرت حاصل کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک ان کے اعمال کا نہ کوئی وزن ہے نہ ثواب بلکہ الٹا گناہ ہے۔

روایات حدیث بدعت کی خرابی اور اس سے روکنے کے بارے میں بے شمار ہیں ان میں سے بھی چند روایات لکھی جاتی ہیں:۔

(۱) صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

من احدث فی امرنا مالیس منه فهورد

(اعتصام بحوالہ بخاری)

''جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی چیز داخل کرے جو دین میں داخل نہیں وہ مردود ہے۔''

(۲) اور مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے۔

اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد وشر الامور محدثا تها وكل بدعة ضلالة اخرجه مسلم وفى رواية للنسائى كل محدثة بدعة وكل بدعة فى النار.

(اعتصام ص ۶۷ ج ۱)

''حمد وصلوٰۃ کے بعد سمجھو کہ بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ اور طرز عمل محمد (ﷺ) کا طریقہ اور طرز عمل ہے۔ اور بدترین چیز نو ایجاد بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ ہر نو ایجاد عبادت بدعت ہے اور ہر بدعت جہنم میں ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی یہی خطبہ دیا کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں الفاظ مذکورہ کے بعد یہ بھی فرماتے تھے۔

انكم ستحدثون ويحدث لكم فكل محدثة ضلالة وكل ضلالة فى النار. (اعتصام ص ۶۷ ج ۱)

تم بھی نئے نئے کام نکالو گے اور لوگ تمہارے لیے نئی نئی صورتیں عبارت کی نکالیں گے۔ خوب سمجھ لو کہ ہر نیا طریقہ عبادت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

(۳) صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من دعا الى الهدى كان له من الاجر مثل اجور من يتبعه لا ينقص ذالک من اجورهم شيئًا ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل آثام من يتبعه لا ينقص ذالک من آثامهم شيئًا.

جو شخص لوگوں کو صحیح طریق ہدایت کی طرف بلائے تو ان تمام

لوگوں کے عمل کا ثواب اس کو ملے گا جو اس کا اتباع کریں
بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے۔ اور جو
شخص کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے تو اس پر ان
سب لوگوں کا گناہ لکھا جائے گا جو اس کا اتباع کریں گے
بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔

بدعات کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے والے اور ان کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے اس کے انجام بد پر غور کریں کہ اس کا وبال تنہا اپنے عمل ہی کا نہیں بلکہ جتنے مسلمان اس سے متاثر ہوں گے ان سب کا وبال بھی ان پر ہے۔

(۴) ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے باسناد صحیح روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمیں خطبہ دیا جس میں نہایت مؤثر اور بلیغ وعظ فرمایا جس سے آنکھیں بہنے لگیں اور دل ڈر گئے۔ بعض حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آج کا وعظ تو ایسا ہے جیسے رخصتی وصیت ہوتی ہے تو آپ ہمیں بتلائیں کہ ہم آئندہ کس طرح زندگی بسر کریں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اوصیکم بتقوی اللہ والسمع و الطاعة لولا ة
الامروان کان عبداحبشیافان من یعش منکم
بعدی فسیری اختلافاً کثیرا فعلیکم بسنتی
وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها
وعضوا علیها بالنواجذ' وایا کم ومحدثات

الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة

(اعتصام)

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور حکام اسلام کی اطاعت کرنے کی اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بڑا اختلاف دیکھیں گے اس لئے تم میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو اختیار کرو اور اس کو مضبوط پکڑو۔ اور دین میں نو ایجاد طریقوں سے بچو کیونکہ ہر نو ایجاد طرز عبادت بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۵) اور حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ۔

''جو شخص کسی بدعتی کے پاس گیا اور اس کی تعظیم کی تو گویا اس نے اسلام کو ڈھانے میں اس کی مدد کی۔'' (اعتصام للشاطبی ص ۴۷ ج ا)

(۶) اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔

''اگر تم چاہتے ہو کہ پل صراط پر تمہیں دیر نہ لگے اور سیدھے جنت میں جاؤ تو اللہ کے دین میں اپنی رائے سے کوئی نیا طریقہ نہ پیدا کرو (اعتصام)

(۷) آجری کی کتاب السنہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا حدث فی امتی البدع ، وشتم اصحابی ،
فلیظهر العالم علمه فمن لم یفعل فعلیه لعنة الله
والملائكة والناس اجمعین۔(اعتصام ص۸۸ ج۱)

جب میری امت میں بدعتیں پیدا ہوجائیں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو اس وقت کے عالم پر لازم ہے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے گا تو اس پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب انسانوں کی۔

عبداللہ بن حسن نے فرمایا کہ میں نے ولید بن مسلم سے دریافت کیا کہ حدیث میں اظہار علم سے کیا مراد ہے۔فرمایا ''اظہار سنت''

(۸) حضرت حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''مسلمانوں کے لیے جن چیزوں کا مجھے خطرہ ہے ان میں سب سے زیادہ خطرناک دو چیزیں ہیں۔ایک یہ کہ جو چیز وہ دیکھیں اس کو اس پر ترجیح دینے لگیں جو ان کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہے۔دوسرے یہ کہ وہ غیر شعوری طور پر گمراہ ہوجائیں۔''

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ لوگ صاحب بدعت ہیں۔

(۹) اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''خدا کی قسم آئندہ زمانہ میں بدعتیں اس طرح پھیل جائیں گی کہ اگر کوئی شخص اس بدعت کو ترک کرے گا تو لوگ کہیں گے کہ تم نے سنت چھوڑ دی۔(اعتصام ص۹۰ ج۱)

(۱۰) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''اے لوگو! بدعت اختیار نہ کرو اور عبادت میں مبالغہ اور تعمق نہ کرو۔ پرانے طریقوں کو لازم پکڑے

رہو۔اس چیز کو اختیار کرو جو از روئے سنت تم جانتے ہو اور جس کو اس طرح نہیں جانتے اس کو چھوڑ دو۔''

(۱۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''آئندہ لوگوں پر کوئی نیا سال نہ آئے گا جس میں وہ کوئی بدعت ایجاد نہ کریں گے اور کسی سنت کو مردہ نہ کردیں گے یہاں تک کہ بدعتیں زندہ اور سنتیں مردہ ہوجائیں گی۔''

(اعتصام ص۹۵ ج۱)

(۱۲) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ''بدعت والا آدمی جتنا زیادہ روزہ اور نماز میں مجاہدہ کرتا جاتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے نیز یہ بھی فرمایا کہ صاحب بدعت کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ تمہارے دل کو بیمار کردے گا۔''

(۱۳) حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ ''کوئی قول بغیر عمل کے مستقیم نہیں اور کوئی قول وعمل بغیر نیت کے مستقیم نہیں اور کوئی قول اور عمل اور نیت اس وقت تک مستقیم نہیں جب تک کہ وہ سنت کے مطابق نہ ہو۔''

(۱۴) ابوعمرو شیبانیؒ فرماتے ہیں کہ ''صاحب بدعت کو توبہ نصیب نہیں ہوتی۔'' (کیونکہ وہ تو اپنے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتا توبہ کس سے کرے۔)

(۱۵) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ کلام حضرت امام مالکؒ اور تمام علماء وقت کے نزدیک ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

سنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم سننا
وولاة الامر من بعده سننا الاخذ بها تصديق
لكتاب الله واستكمال لطاعة الله ، وقوة على

دین اللّٰہ، لیس لاحد تغییرها ولا تبدیلها ولا النظرفی شئ خالفها ، من عمل بها مهتد ومن انتصربها منصور ومن خالفها اتبع غیر سبیل المومنین، و ولا ہ اللّٰہ ماتولی واصلاہ جهنم وساء ت مصیرا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سنتیں جاری فرمائیں اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے کچھ سنتیں جاری فرمائیں ان کو اعتبار کرنا کتاب اللہ کی تصدیق اور اطاعت الٰہی کی تکمیل اور اللہ کے دین میں قوت حاصل کرنا ہے۔ کسی طرح نہ ان میں تغیر کرنا جائز ہے نہ بدلنا اور نہ اس کے خلاف کسی چیز پر نظر کرنا۔ جو ان پر عمل کرے گا ہدایت پائے گا اور جو ان سنتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنا چاہے گا اس کی مدد ہوگی اور جو ان کے خلاف کرے اس نے مسلمانوں کے راستہ سے مخالف راستہ اختیار کرلیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تجویز واختیار پر چھوڑ دے گا اور پھر جہنم میں جلائے گا اور جہنم برا ٹھکانہ ہے۔

☆......☆......☆

بدعات ومحدثات

حضرات صوفیائے کرام کی نظر میں

بدعات ومحدثات کے ایجاد کرنے والے اور ان پر عمل کرنے والے عموماً حضرات صوفیائے کرام اور مشائخ طریقت کی پناہ لیتے ہیں اور انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہاں تک کہ بہت سے عوام اس خیال میں ہیں کہ ''طریقت و شریعت دو متضاد چیزیں ہیں، بہت سے احکام جو شریعت میں ناجائز ہیں، اہل طریقت ان کو جائز قرار دیتے ہیں'' اور یہ ایک خطرناک غلطی ہے کہ اس میں مبتلا ہونے کے بعد دین وایمان کی خیر نہیں کیونکہ انسان کو تمام گمراہیوں سے بچانے والی صرف شریعت ہے، جب اس کی مخالفت کو جائز سمجھ لیا گیا تو پھر ہر گمراہی کا شکار ہوجانا سہل ہے۔

اسی لیے مناسب معلوم ہوا کہ حضرات صوفیائے کرام اور مشائخ طریقت کے ارشادات بدعات کی مذمت اور اتباع سنت کی تاکید میں بقدر کفایت جمع کئے جاویں تاکہ عوام اس دھوکہ سے بچ جائیں کہ مشائخ طریقت بدعات کو مذموم نہیں سمجھتے یا اتباع سنت میں متساہل ہیں اس سلسلے کے لیے علامہ شاطبیؒ نے اپنی کتاب الاعتصام (ص ١٠٦ ج ١) میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے جس میں صوفیائے

متقدمین کے ارشادات دربارۂ مذمت بدعات جمع کیے ہیں ہمارے لیے ان کا ترجمہ کردینا کافی ہے، وھی ھذا۔

امام طریقت حضرت فضیل بن عیاضؒ

فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی کے پاس بیٹھتا ہے اس کو حکمت نصیب نہیں ہوتی۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں دعا قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے، فرمایا ادعونی استجب لکم مگر ہم بعض کاموں کے لئے زمانہ دراز سے دعا کررہے ہیں قبول نہیں ہوتی، اس کا کیا سبب ہے، آپ نے فرمایا کہ تمہارے قلوب مرچکے ہیں اور مردہ دل کی دعا قبول نہیں ہوتی، اور موت قلوب کے دس سبب ہیں۔

اول یہ کہ تم نے حق تعالیٰ کو پہچانا مگر اس کا حق ادا نہیں کیا،

دوسرے تم نے کتاب اللہ کو پڑھا اور اس پر عمل نہیں کیا۔

تیسرے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ تو کیا مگر آپ کی سنت کو چھوڑ بیٹھے۔

چوتھے شیطان کی دشمنی کا دعویٰ کیا مگر اعمال میں اس کی موافقت کی۔ پانچویں تم کہتے ہو کہ ہم جنت کے طالب ہیں مگر اس کے لیے عمل نہیں کرتے، اسی طرح پانچ چیزیں اور شمار کرائیں۔

اور غرض اس حکایت کے نقل سے یہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ترک سنت کو موت قلب کا سبب قرار دیتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اخلاق واعمال اور تمام امور اور سنن میں حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جاوے، اور فرمایا کہ لوگوں کے فساد کا سبب چھ چیزیں ہیں ایک یہ کہ عمل آخرت کے متعلق ان کی ہمتیں اور نیتیں ضعیف ہوگئی ہیں، دوسرے یہ کہ ان کے اجسام ان کی خواہشات کا گہوارہ بن گئے۔ تیسرے یہ کہ ان پر طولِ امل غالب آ گیا یعنی دنیوی سامان میں قرنوں اور زمانوں کے انتظام کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، حالانکہ ان کی عمر قلیل ہے، چوتھے یہ کہ انہوں نے مخلوق کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضا پر ترجیح دے رکھی ہے، پانچویں یہ کہ وہ اپنی ایجاد کردہ چیزوں کے تابع ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ بیٹھے، چھٹے یہ کہ مشائخ سلف اور بزرگان متقدمین میں سے اگر کسی سے کوئی لغزش صادر ہوگئی تو ان لوگوں نے اسی کو اپنا مذہب بنالیا اور ان کے فعل کو اپنے لیے حجت سمجھا اور ان کے باقی تمام فضائل ومناقب کو دفن کردیا۔

اور ایک شخص کو آپ نے نصیحت فرمائی کہ تمہیں چاہیئے کہ سب سے زیادہ اہتمام اللہ تعالیٰ کے فرائض وواجبات کے سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا کرو، اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے ان کے پاس نہ جاؤ کیونکہ حق تعالیٰ کی عبادت کا وہ طریقہ جو اس نے خود تعلیم فرمایا ہے اس طریقہ سے بہت بہتر ہے جو تم خود اپنے لیے

بناتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے لیے اس میں زیادہ اجر و ثواب ہے، جیسے بعض لوگ خلاف سنت رہبانیت کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں۔

بندہ کا فرض یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے آقا کے حکم پر نظر رکھے اور اسی کو اپنے تمام معاملات میں حکم بنائے اور جس چیز سے اس نے روک دیا ہے اس سے بچے۔

آج کل لوگوں کو حلاوتِ ایمان اور طہارت باطن سے صرف اس چیز نے روک رکھا ہے کہ وہ فرائض اور واجبات کو معمولی چیزیں سمجھ کر ان کا اتنا اہتمام نہیں کرتے جتنا کرنا چاہیئے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے بشر! تم جانتے ہو کہ تمہیں حق تعالیٰ نے سب اَقران پر فوقیت وفضیلت کس سبب سے دی ہے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ، میں واقف نہیں، آپ نے فرمایا کہ اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ تم میری سنت کا اتباع کرتے ہو اور نیک لوگوں کی عزت کرتے ہو اور اپنے بھائیوں کی خیر خواہی کرتے ہو، اور میرے صحابہ اور اہل بیت کی محبت رکھتے ہو۔

حضرت ابوبکر وقاق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوبکر وقاق قدس سرہ، جو حضرت جنیدؒ کے اقران میں سے تھے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اس میدان میں سے گزر رہا تھا جہاں چالیس سال بنی اسرائیل قدرتی طور پر محصور رہے اور نکل نہ سکتے تھے جس کو وادی تیہہ کہا جاتا

ہے، اس وقت میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ علم حقیقت علم شریعت سے مخالف ہے، اچانک مجھے غیبی آواز آئی۔

كل حقيقة لا تتبع بالشريعة فهي كفر

ترجمہ جس حقیقت کی موافقت شریعت نہ کرے وہ کفر ہے۔

حضرت ابوعلی جوازنی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ بندہ کی نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ اس پر خدا اور رسول کی اطاعت آسان ہو جائے اور اس کے افعال مطابق سنت کے ہو جاویں اور اس کو نیک لوگوں کی صحبت نصیب ہو جاوے اور اپنے احباب واخوان کے ساتھ اس کو حسن اخلاق کی توفیق ہو، اور خلق اللہ کے لیے اس کا نیک سلوک عام ہو اور مسلمانوں کی غمخواری اس کا شیوہ ہو اور اپنے اوقات کی نگہداشت کرے (یعنی ضائع ہونے سے بچائے)

کسی نے آپ سے سوال کیا کہ اتباع سنت کا طریقہ کیا ہے، فرمایا کہ بدعات سے اجتناب اور ان عقائد واحکام کا اتباع جن پر علمائے اسلام کے صدر اول کا اجماع ہے اور ان کی اقتداء کو لازم سمجھنا۔

حضرت ابوبکر ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ کمال ہمت اس کے تمام اوصاف کے ساتھ سوائے اہل محبت کے کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور یہ درجہ ان کو محض اتباع سنت اور ترک بدعت کی وجہ سے حاصل ہوا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ صاحبِ ہمت

اور سب سے زیادہ واصل الی اللہ تھے۔

ف:۔ ہمت اصطلاح صوفیہ میں تصرف اور توجہ کو کہتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنے تخیل کی قوت کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کی طرف جمع کرے، اس جگہ ممکن ہے کہ یہی مراد ہو مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصرف اور ہمت اصطلاحی کے استعمال کا صدور کہیں صراحۃً ثابت نہیں اس لئے غالباً اس جگہ ہمت کے لغوی معنی مراد ہیں، یعنی دین کے کاموں میں چستی اور مضبوطی، واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم۔

حضرت ابوالحسن ورّاق رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ تک صرف اللہ ہی کی مدد اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء فی الاحکام کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے اور جو شخص وصول الی اللہ کے لئے سواء اقتداء رسول کے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے وہ ہدایت حاصل کرنیکی خاطر گمراہ ہوگیا۔

حضرت ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگ حضرت عبداللہ مغربی اور حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہما کے اصحاب میں سے ہیں، بدعات سے سخت متنفر اور مبتدعین پر سخت رد کرنے والے، کتاب وسنت کے طریقے پر مضبوطی سے قائم اور مشائخ ائمہ متقدمین کے طرز کا التزام کرنے والے تھے، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن منازل ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن شیبانؒ تمام فقراء اور اہل آداب ومعاملات پر خدا تعالیٰ

کی طرف سے ایک حجت ہیں۔

حضرت ابوعمرز جاجی رحمۃ اللہ علیہ

یہ عبّاد وزہّاد کے مشہور امام حضرت جنیدؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کے اصحاب میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ:۔

''زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا دستور یہ تھا کہ ان چیزوں کا اتباع کرتے تھے جن کو ان کی عقلیں مستحسن سمجھتی تھیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے ان کو اتباع شریعت کا ارشاد فرمایا، پس عقل صحیح وسلیم وہی ہے جو محسنات شرعیہ کو اچھا اور مکروہات شرعیہ کو ناپسند سمجھے۔''

حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال مجاہدات کئے، مگر مجھے کوئی مجاہدہ علم اور اتباع علم سے زیادہ شدید نہیں معلوم ہوا، اور اگر علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں مصیبت میں پڑ جاتا، بلاشبہ علماء کا اختلاف رحمت ہے۔ (مگر وہ اختلاف جو تجرید توحید میں ہو کہ وہ رحمت نہیں) اور اتباع صرف اتباع سنت کا نام ہے (کیونکہ علم سنت کے علاوہ دوسری چیز علم کہلانے کی مستحق نہیں)

ایک مرتبہ ایک بزرگ ان کے وطن میں تشریف لائے، شہر میں ان کی ولایت وبزرگی کا چرچا ہوا، حضرت ابویزید بسطامیؒ نے بھی زیارت کا قصد کیا اور اپنے ایک رفیق سے کہا، چلو ان بزرگ کی زیارت کرآویں۔

ابویزیدؒ اپنے رفیق کے ساتھ ان کے مکان پر تشریف لے گئے، یہ بزرگ گھر

سے نماز کے لیے نکلے، جب مسجد میں داخل ہوئے تو جانب قبلہ میں تھوک دیا، ابویزید یہ حالت دیکھتے ہی واپس ہوگئے اوران کوسلام بھی نہ کیا، اور فرمایا کہ یہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک ادب پر ماموں نہیں کہ اس کوادا کر سکے۔ اس سے کیا توقع رکھی جائے کہ یہ کوئی ولی اللہ ہو،

امام شاطبیؒ اس واقعہ کو کتاب الاعتصام میں نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت ابویزیدؒ کا یہ ارشاد ایک اصل عظیم ہے جس سے معلوم ہوا کہ تارک سنت کو درجہ ولایت حاصل نہیں ہوتا اگرچہ ترک سنت بوجہ ناواقفیت ہونے کے ہوا ہو،

اب آپ اندازہ کریں کہ جو علانیہ ترک سنت اور احداث بدعت پر مصر ہوں ان کو بزرگی اور ولایت سے دور کا بھی کوئی واسطہ ہوسکتا ہے؟

حضرت ابومحمد بن عبدالوہاب ثقفی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی اعمال قبول فرماتے ہیں جو صواب اور درست ہوں اور صواب و درست میں بھی صرف وہی اعمال مقبول ہیں جو خالص (اس کے لیے ہوں) اور خالص میں سے بھی وہی مقبول ہیں جو سنت کے مطابق ہوں۔

نیز حضرت ابویزیدؒ کا ارشاد ہے کہ ’’اگر تم کسی شخص کی کھلی کھلی کرامات دیکھو، یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑنے لگے تو اس سے ہرگز دھوکہ نہ کھاؤ اور اس کی بزرگی و ولایت کے اس وقت تک معتقد نہ ہو جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ امر ونہی اور جائز و ناجائز اور حفاظت حدود اور آداب شریعت کے معاملے میں اس کا کیا حال ہے۔‘‘

حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ بندہ جو فعل بغیر اقتداء (رسول) کے کرتا ہے، خواہ وہ (خوبصورت) طاعت ہو یا معصیت، وہ عیش نفس ہے اور جو فعل اقتداء واتباع سے کرتا ہے وہ نفس پر عتاب اور مشقت ہے کیونکہ نفس کی خواہش کبھی اقتداء واتباع میں نہیں ہوسکتی اور اصل مقصود ہمارے طریق (یعنی سلوک) کا یہی ہے کہ اتباع ہوا سے بچیں، نیز فرمایا کہ ہمارے (صوفیاء کرام کے) سات اصول ہیں، ایک کتاب اللہ کے ساتھ تمسک، دوسرے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء، تیسرے اکل حلال (یعنی کھانے پینے اور استعمال کرنے میں اس کا لحاظ کہ کوئی چیز حرام ونا جائز نہ ہو) چوتھے لوگوں کو تکلیف سے بچانا، پانچویں گناہوں سے بچنا، چھٹے توبہ، ساتویں ادائے حقوق۔

نیز ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں سے مخلوق مایوس ہوگئی، توبہ کا التزام اور سنت رسول کا اتباع اور مخلوق کو اپنی ایذاء سے بچانا، نیز کسی نے آپ سے دریافت فرمایا کہ فتوت (عالی ظرفی) کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ اتباع سنت۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ بسا اوقات میرے قلب میں معارف وحقائق اور علوم صوفیاء میں سے کوئی خاص نکتہ عجیبہ وارد ہوتا ہے اور ایک زمانہ دراز تک وارد ہوتا رہتا ہے مگر میں اس کو دو عادل گواہوں کی شہادت کے بغیر قبول نہیں کرتا اور وہ عادل گواہ کتاب وسنت ہیں۔

حضرت ابو حفص حدّاد رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر وقت اپنے افعال و احوال کو کتاب و سنت کی میزان میں وزن نہیں کرتا اور اپنے خاطر (واردات قلبیہ) کو متہم (ناقابل اطمینان) نہیں سمجھتا اس کو مردانِ راہ تصوف میں شمار نہ کرنا، نیز آپ سے بدعت کی حقیقت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ احکام میں تعدی یعنی شرعی حدود سے تجاوز کرنا اور تھاون فی السنن، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سستی کرنا اور اتباع الآراء والاھواء یعنی اپنی خواہشات اور غیر معتبر آراء رجال کی پیروی اور ترک الاتباع والاقتداء یعنی سلف صالح کے اتباع و اقتداء کو چھوڑنا اور کبھی کسی صوفی کو کوئی حالت رفیعہ بغیر امر صحیح کے اتباع کے حاصل نہیں ہوئی۔

حضرت حمدون قصّار رحمۃ اللہ علیہ

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ لوگوں کے اعمال پر احتساب اور دارو گیر کسی شخص کے لیے کس وقت جائز ہوتی ہے، فرمایا کہ جب وہ یہ سمجھے کہ احتساب اور امر بالمعروف مجھ پر فرض ہوگیا ہے (فرض ہونے کی صورت یہ ہے کہ جس کو امر بالمعروف کیا جائے وہ اس کا ماتحت اور تحت القدرت ہو، یا یہ یقین ہو کہ ہماری وہ بات مان لے گا۔ وغیرہ ذٰلک) یا خوف ہو کہ کوئی انسان بدعت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاوے گا، اور اس کو یہ گمان ہے کہ ہمارے کہنے سننے سے اس کو نجات ہو جاوے گی۔

نیز ارشاد فرمایا کہ جو شخص صالح کے احوال پر نظر ڈالتا ہے اس کو اپنا قصور اور مردان راہ خدا کے درجات سے اپنا پیچھے رہنا معلوم ہو جاتا ہے۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ غرض اس کلام کی (واللہ اعلم) یہ ہے کہ لوگوں کو سلف صالح کی اقتداء کی ترغیب دیں، کیونکہ یہی حضرات اہل سنت ہیں۔

حضرت احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی عمل بلا اتباع سنت کرتا ہے اس کا عمل باطل ہے۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ عارفین پر ایک حالت ایسی آتی ہے کہ وہ تمام حرکات و اعمال چھوڑ کر تقرب الی اللہ حاصل کرتے ہیں، حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو اسقاط اعمال کے قائل ہیں۔

اور فرمایا کہ میں تو اگر ایک ہزار سال بھی زندہ رہوں تو اپنے اختیار سے اعمال برّ (طاعات و عبادات) میں سے ایک ذرہ بھی کم نہ کروں، ہاں مغلوب و مجبور ہو جاؤں تو دوسری بات ہے۔

اور فرمایا کہ وصول الی اللہ کے جتنے راستے عقلاً ہو سکتے ہیں وہ سب کے سب بجز اتباع آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مخلوق پر بند کر دیے گئے (یعنی بغیر اقتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص ہرگز تقرب الی اللہ حاصل نہیں کر سکتا اور جو دعویٰ کرے وہ کاذب ہے)۔

اور فرمایا کہ ہمارا یہ مذہب کتاب و سنت کے ساتھ مقید ہے، نیز ارشاد فرمایا کہ

جو شخص قرآن مجید کو حفظ[1] نہ کرے اور حدیث رسول کو نہ لکھے، اس معاملہ (تصوف) میں اس کی اقتداء نہ کرنی چاہیے کیونکہ ہمارا علم کتاب وسنت کے ساتھ مقید ہے اور فرمایا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت ابو عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معیت وصحبت تین چیزوں سے حاصل ہوتی ہے ایک **حسن ادب**، دوسرے **دوام ہیبت**، تیسرے **مراقبہ**۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت ومعیت، اتباع سنت اور ظاہر شریعت کے التزام سے حاصل ہوتی ہے، اور اولیاء کی صحبت ومعیت ادب واحترام اور خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ کی وفات کے وقت جب آپ کا حال متغیر ہوا تو صاحبزادہ نے بوجہ شدت غم والم کے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے، ابو عثمان نے آنکھ کھولی اور فرمایا، بیٹا ظاہر اعمال میں خلاف سنت کرنا یہ باطن میں ریاء ہونے کی علامت ہے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے نفس پر قول وفعل میں سنت کو حاکم بنادے گا وہ حکمت کے ساتھ گویا ہوگا اور جو قول وفعل میں خواہشات واہواء کو حاکم بنائے گا وہ بدعت کے ساتھ گویا ہوگا، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وان تطیعوہ تھتدوا یعنی اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤ گے۔

---

[1] حفظ قرآن سے غالباً مراد یہ ہے کہ احکام قرآن پر اس کی نظر ہو، اور تلاوت کا ورد ہو، اسی طرح کتابت حدیث سے ضروری احادیث کے مضامین حفظ ہونا مراد ہے جیسا کہ مشائخ سلف وخلف کے تعامل سے واضح ہے، محمد شفیع عفا عنہ

حضرت ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں جس کو تم دیکھو کہ تقرب الی اللہ میں وہ کسی ایسی حالت کا مدعی ہے جو اس کو علم شرعی کی حد سے باہر نکال دے تو تم اس کے پاس نہ جاؤ۔

حضرت محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ اسلام کا زوال چار چیزوں سے ہے ایک یہ کہ لوگ علم پر عمل نہ کریں، دوسرے یہ کہ علم کے خلاف عمل کریں، تیسرے یہ کہ جس چیز کا علم ہو اس کو حاصل نہ کریں، چوتھے یہ کہ لوگوں کو علم حاصل کرنے سے روکیں، علامہ شاطبی فرماتے ہیں کہ یہ تو ان کا ارشاد ہے، اور ہمارے زمانہ کے صوفیوں کا عام طور سے یہی حال ہوگیا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ معرفت رکھنے والا وہ شخص ہے جو اس کے اوامر کے اتباع میں سب سے زیادہ مجاہدہ کرتا ہو اور اس کے رسول کا سب سے زیادہ متبع ہو۔

حضرت شاہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی نظر کو محارم سے محفوظ رکھے اور اپنے نفس کو شبہات سے بچائے اور اپنے باطن کو دوام مراقبہ کے ساتھ معمور کرے اور ظاہر کو اتباع سنت سے آراستہ کرے اور اپنے نفس کو اکل حلال کی عادت ڈالے تو اس کی فراست میں کبھی خطا نہیں ہوسکتی۔

حضرت ابوسعید خرّاز رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ ظاہر شریعت جس باطنی حالت کا مخالف ہو وہ باطل ہے۔

حضرت ابوالعباس ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ

جو سید الطائفہ حضرت جنیدؒ کے اقران میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس پر آدابِ الٰہیہ کو لازم کرلے، اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو نورِ معرفت سے منور فرما دیتا ہے اور کوئی مقام اس سے اعلیٰ و اشرف نہیں ہے کہ بندہ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر اور اخلاق میں ان کا متبع ہو، نیز فرمایا کہ سب سے بڑی غفلت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے غافل ہو اور یہ کہ اس کے آدابِ معاملہ سے غافل ہو۔

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ علم کثرتِ روایت کا نام نہیں بلکہ عالم صرف وہ شخص ہے جو اپنے علم کا متبع ہو اور اس پر عمل کرے اور سنتِ نبویؐ کی اقتداء کرے اگرچہ اس کا علم تھوڑا ہو، کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ عافیت کیا چیز ہے تو فرمایا۔

دين بلا بدعة و عمل بلا آفة و قلب بلا شغل و نفس بلا شهرة

ترجمہ:۔ دین بغیر بدعت کے اور عمل بغیر آفت کے (یعنی بدعات و مخترعات کی آفتیں اس میں شامل نہ ہوں) اور قلب فارغ جس کو (غیر اللہ کا) شغل نہ ہو اور نفس جس میں شہوت (کا غلبہ) نہ ہو۔

اور فرمایا کہ (حقیقی) صبر یہ ہے کہ احکام کتاب و سنت پر مضبوطی سے قائم رہے۔

حضرت بنان حمّال رحمۃ اللہ علیہ

آپ سے دریافت کیا گیا کہ احوال صوفیہ کی اصل کیا ہے، فرمایا (چار چیزیں) اول جس چیز کا حق تعالیٰ نے خود ذمہ لے لیا ہے اس میں اس پر اعتماد و توکل کرنا (یعنی رزق)، دوسرے احکام الٰہی پر مضبوطی سے قائم رہنا، تیسرے قلب کی حفاظت (لایعنی تفکرات سے) چوتھے کونین سے فارغ ہو کر توجہ محض ذات حق کی طرف رکھنا۔

حضرت ابوحمزہ بغدادی قدس سرہٗ

فرماتے ہیں کہ جس شخص کو حق کا راستہ معلوم ہو جاتا ہے اس پر چلنا بھی سہل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے راستے کے لئے کوئی رہبر و رہنما بجز سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و افعال و اقوال میں متابعت کے نہیں ہے۔

حضرت ابواسحاق رقاشی قدس سرہٗ

فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ میں حق تعالیٰ کی نظر میں محبوب ہوں یا نہیں تو علامت اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو سب کاموں پر ترجیح دے اور دلیل اس کی حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله.

حضرت ممشاد دینوری قدس سرہٗ

فرماتے ہیں کہ آداب مرید کا خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ کے احترام وعظمت کاالتزام کرے اور اخوان طریقت کی حرمت کا خیال رکھے اور اسباب کی فکر میں (زیادہ) نہ پڑے اور آداب شریعت کی اپنے نفس پر پوری حفاظت کرے۔

حضرت ابوعلی روزباری قدس سرہٗ

آپ سے کسی نے ذکر کیا، بعض صوفیاء غناء مزامیر سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ میرے لیے حلال ہے کیونکہ میں ایسے درجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ مجھ پر اختلاف احوال کا اثر نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا کہ اس نے یہ تو سچ کہا ہے کہ وہ پہنچ گیا ہے مگر اللہ تعالیٰ تک نہیں جہنم تک۔

حضرت ابومحمد عبداللہ بن منازل رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ جو شخص فرائض شرعیہ میں سے کسی فریضے کو ضائع کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ سنن کی اضاعت میں مبتلا فرمادیتے ہیں اور جو شخص سنن کی اضاعت میں مبتلا ہوتا ہے وہ بہت جلد بدعات میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

بدعاتِ مُروّجہ

بدعت کی چونکہ کوئی شرعی بنیاد نہیں ہر زمانہ ہر ملک میں ہر طبقہ اور ہر مزاج کے لوگ نئے نئے طریقے بدعت کے ایجاد کرتے رہتے ہیں جن کا حصروشمار ممکن

نہیں اور اصولی طور پر بدعت کی تعریف اور اس کی خرابیاں قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے ارشادات کے ذریعہ معلوم ہوجانے کے بعد بدعات کی تفصیلات جمع کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ لیکن بہت سے عوام اور ناواقفوں کو یہ مشکل ہوتا ہے کہ بدعت کی تعریف سن کر اس کو اپنے زمانہ کی مروجہ بدعات پر منطبق کرکے سمجھیں کہ فلاں چیز بدعت ہے فلاں نہیں۔

اس لئے ضروری ہے

کہ ہر زمانہ میں جو بدعات رائج ہوجاویں ان کو متعین اور شمار کرکے لوگوں کو بتلا دیا جائے اس کے لیے علماء اہل سنت نے بحمد اللہ بہت سی کتابیں اردو زبان میں لکھ دی ہیں ان کو ضرور دیکھ لیا جائے۔ **بہشتی زیور** اور **اصلاح الرسوم** کا مطالعہ بھی کافی ہے۔ اور بعض بدعات مروجہ کا بیان بھی کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلوٰۃ وسلام کا مُروّجہ طریقہ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(الف) بعض مساجد میں کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جمعہ کی نماز یا دوسری نمازوں کے بعد التزام کے ساتھ جماعت بنا کر اور کھڑے ہو کر آواز بلند بالفاظ ذیل سلام پڑھتے ہیں۔

یا رسول سلام علیک   یا نبی سلام علیک

وغیرہ، وغیرہ۔ ان میں بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں، یا ہر جگہ حاضر وناظر ہیں اس لئے یہ سلام خود سنتے اور جواب دیتے ہیں جو لوگ ان کے اس عمل میں شریک نہیں ہوتے ان کو مطعون کرتے اور طرح طرح سے بدنام کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں عموماً مسجدوں میں نزاع اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں دریافت طلب یہ ہے کہ کیا اس طرح کا سلام پڑھنا مسجدوں میں جائز ہے؟ اور متولیان مساجد کو اس کی اجازت

دینا چاہیے یا نہیں؟

(ب) جہاں مذکورہ طریقہ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے وہاں

(۱) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتے ہیں، یا

(۲) بغیر تشریف لائے ہوئے سلام کو خود سنتے ہیں۔ یا

(۳) اس طرح کے صلوٰۃ وسلام کو فرشتے آپ تک پہنچادیتے ہیں، ان میں سے کون سی بات صحیح ہے؟

(ج) طریقہ مندرجہ بالا پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا قیام کے بغیر کیسا ہے اور قیام کیساتھ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

(د) اندرون مسجد یہ صلوٰۃ وسلام کیا حکم رکھتا ہے اور مسجد کے باہر اس کا کیا حکم ہے؟

جواب باصواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں! والسلام!

الجواب

سوالات کے جواب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام میں تمام عبادات نماز، روزہ، ذکر اللہ، تلاوتِ قرآن وغیرہ سب کے لیے کچھ آداب وشرائط اور حدود وقیود ہیں جن کی رعایت کے ساتھ یہ عبادات ادا کی جائیں تو بہت بڑا ثواب اور فلاح دنیا وآخرت ہے اور ان حدود وقیود سے ہٹ کر کوئی دوسری صورت اختیار کی جائے تو ثواب کے بجائے عذاب اور گناہ ہے۔ نماز تمام عبادات میں افضل ہے لیکن طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا حرام ہے، مقرر کردہ رکعات میں کوئی

رکعت زائد کردے تو حرام ہے، جماعت کی نماز سنت موکدہ ہے اور اس سے نماز کے ثواب میں ستائیس گنا اضافہ ہو جاتا ہے لیکن کوئی نفل نماز کی جماعت کرنے لگے تو ممنوع اور گناہ ہے، روزہ کتنی بڑی عظیم عبادت اور اس کا ثواب کتنا بڑا ہے مگر عیدین اور ایامِ نحر میں روزہ رکھنا حرام ہے، قرآن مجید کی تلاوت بہترین عبادت ہے لیکن رکوع وسجدہ کی حالت میں تلاوت ممنوع ہے اور ایسے مقامات پر جہاں لوگ سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں بلند آواز سے تلاوت ناجائز ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام افضل عبادات وموجب برکات اور سعادت دنیا وآخرت ہے مگر دوسری سب عبادات کی طرح اس کے بھی آداب و شرائط ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے سے ثواب کے بجائے گناہ لازم آتا ہے۔

الف

جس ہیئت سے مساجد میں بطرزِ مذکورہ اجتماع اور التزام کے ساتھ درود و سلام کے نام پر ہنگامہ آرائی ہوتی ہے اس کو درود وسلام کی نمائش تو کہا جا سکتا ہے درود وسلام کہنا اس کو صحیح نہیں کیونکہ وہ بہت سے مفاسد کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مسجد پوری مسلمان قوم کی مشترک عبادت گاہ ہے اس میں کسی فرد یا جماعت کو فرائض وواجبات کے علاوہ کسی ایسے عمل کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی جو دوسرے لوگوں کی انفرادی عبادت نماز، تسبیح، درود، تلاوتِ قرآن وغیرہ میں خلل انداز ہو۔ اگرچہ وہ عمل سب کے نزدیک بالکل جائز

اور مستحسن ہی کیوں نہ ہو۔ فقہا نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد میں بآواز بلند تلاوت قرآن یا ذکر جہری جس سے دوسرے لوگوں کی نماز یا تسبیح وتلاوت میں خلل آتا ہو، ناجائز ہے (شامی، خلاصۃ الفتاویٰ)

ظاہر ہے کہ جب قرآن اور ذکر اللہ کو بآواز بلند مسجد میں پڑھنے کی اجازت نہیں تو درود وسلام کے لیے کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔

(۲) کسی نماز کے بعد اجتماع والتزام کے ساتھ بلند آواز سے درود وسلام پڑھنا نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ وتابعین سے اور نہ ائمہ مجتہدین اور علماء سلف میں کسی سے اگر یہ عمل اللہ ورسولؐ کے نزدیک محمود ومستحسن ہوتا تو صحابہ وتابعین اور ائمہ دین اس کو پوری پابندی کے ساتھ کرتے۔ حالانکہ ان کی پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا منقول نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ درود وسلام کے لیے ایسے اجتماع اور التزام کو یہ حضرات بدعت وناجائز سمجھتے تھے جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح بخاری ومسلم میں بروایت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا منقول ہے۔ **من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد۔**

یعنی جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس میں داخل نہ تھی تو وہ مردود ہے، اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت جابرؓ وارد ہے، وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ یعنی بدترین عمل وہ نئی چیزیں ہیں جو خود ایجاد کی جائیں اور ہر نو ایجاد عبادت گمراہی ہے۔ عبادت کے نام پر دین میں کسی نئی چیز کا اضافہ تعلیمات رسولؐ کو ناقص قرار دینے کا مرادف اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریف دین کا راستہ ہے۔ اسی لیے حضرات صحابہؓ وتابعینؒ نے اس معاملہ میں بڑی

احتیاط سے کام لیا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کل عبادة لم یتعبدھا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تعبدوھا (الی) وخذوا بطریق من کان قبلکم...... یعنی جس طرح کی عبادت صحابہ کرامؓ نے نہیں کی تم بھی اس کو عبادت نہ سمجھو بلکہ اپنے اسلاف صحابہ کا طریق اختیار کرو۔

(کتاب الاعتصام للشاطبی ص ۳۱۱ ج ۲)

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اتبعوا اثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم۔ یعنی تم لوگ (صحابہ کرامؓ کے) آثار کا اتباع کرو اور نئی عبادتیں نہ گھڑو کیونکہ تم سے پہلے عبادات کا تعین ہو چکا ہے۔

البحر الرائق میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سنا کہ فلاں مسجد میں کچھ لوگ جمع ہوتے اور ذکر لا الہ الا اللہ اور درود شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں، حضرت ابن مسعودؓ یہ سن کر اس مسجد میں خود پہنچے اور ان لوگوں سے فرمایا ماعھدنا ذالک فی عھدہ صلی اللہ علیہ وسلم وما اراکم الا مبتدعین۔ یعنی ہم نے یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں پایا میں تو تم کو اس عمل کی وجہ سے بدعتی سمجھتا ہوں۔

تنبیہ :۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سب کلام انفرادی درود وسلام کے بارے میں نہیں کیونکہ انفرادی طور پر درود کے کثرت کے فضائل حدیث وقرآن میں مذکور اور صحابہؓ وتابعینؒ کا معمول ہے نہ اس کے لیے کوئی وقت مقرر ہے نہ تعداد جتنا کسی سے ہو سکے اختیار کرے اور سعادت دارین حاصل کرے۔ کلام صرف اس

کی مروجہ اجتماعی صورت میں ہے۔

اسلام میں نماز سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں مگر اس کی بھی نفلوں کی جماعت کو باتفاق فقہاء وائمہ مکروہ کہا گیا ہے تو کسی دوسری چیز کی جماعت بنا کر دوام والتزام سے کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، خصوصاً جبکہ کرنے والوں کو اس پر ایسا اصرار ہو جیسے فرض و واجب پر بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یہاں تک کہ جو لوگ اس میں شریک نہ ہوں ان پر طعن وتشنیع کی جائے۔ جو کسی حال جائز نہیں۔ کیونکہ اگر بالفرض یہ عمل بدعت بھی نہ ہوتا تب بھی زیادہ سے زیادہ ایک نفلی عمل ہوتا جس پر فرض و واجب کی طرح اصرار کرنے اور دوسروں کو مجبور کرنے کا کسی کو حق نہیں۔

جس کام پر اللہ ورسولؐ نے کسی کو مجبور نہیں کیا کسی دوسرے کو اس پر مجبور کرنے کا کیا حق ہے اور نہ کرنے کی صورت میں اس پر طعن وتشنیع کرنا ایک مستقل کبیرہ گناہ ہے جس میں یہ حضرات ناواقفیت سے مبتلا ہوتے ہیں اور اس پر غور نہیں کرتے کہ خود ان کے نزدیک بھی یہ عمل زیادہ سے زیادہ مستحب اور نفل ہے ایک نفل کی خاطر کبیرہ گناہ میں مبتلا کرنا کون سی دانشمندی ہے۔

(۳) خطاب کے الفاظ یا رسول یا نبی اگر اس عقیدہ سے ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر زمان ومکان میں موجود اور ہر جگہ حاضر وناظر ہے کائنات کی ہر آواز کو سنتا اور حرکت کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح (معاذ اللہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان خدائی صفات میں شریک ہیں تو کھلا ہوا شرک اور نصاریٰ کی طرح رسول کو خدائی کا درجہ دینا ہے۔ اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں تو گو بصورت معجزہ ایسا ہونا ممکن ہے مگر اس کے لئے ضروری ہے

کہ قرآن یا حدیث سے اس کا ثبوت ہو۔ حالانکہ کسی آیت یا حدیث میں قطعاً اس کا کوئی ذکر نہیں، اور بغیر ثبوت و دلیل کے اپنی طرف سے کوئی معجزہ گھڑ لینا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے۔

من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار یعنی جو شخص میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے اس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھ لے۔ اور اگر اس طرح کوئی بھی غلط عقیدہ نہ ہو تب بھی موہم الفاظ ہیں جن میں اس عقیدہ فاسدہ کو راہ ملتی ہے اس لیے بھی ان سے اجتناب ضروری ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام کو یا عبدی کہہ کر پکارنے سے اسی لئے منع فرمایا کہ یہ الفاظ خطاب کے ساتھ موہم شرک ہیں۔ البتہ روضہ اقدس کے سامنے الفاظ خطاب کے ساتھ سلام پڑھنا سنت سے ثابت اور مستحب ہے کیونکہ وہاں براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام سننا اور جواب دینا روایاتِ حدیث سے ثابت ہے۔

الغرض روضہ اقدس کے علاوہ دوسرے مقامات میں اگر ان الفاظ خطاب کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ ہے تو کھلا ہوا شرک ہے۔ اور مجلس میں تشریف لانے کا عقیدہ ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء اور بہتان ہے اور دونوں میں سے کوئی غلط عقیدہ نہیں تو بھی موہم شرک ہونے کی وجہ سے ایسے الفاظ ممنوع ہیں پھر اس ناجائز عمل پر اصرار کرنا دوسرا گناہ ہے اور فرض و واجب کی طرح اس کو ضروری سمجھنا تیسرا گناہ ہے اور اس میں شریک نہ ہونے والے بے گناہ مسلمانوں کو برا بھلا کہنا اور مطعون کرنا چوتھا گناہ

ہے اور مساجد میں آواز بلند کہہ کر دوسرے مشغول لوگوں کے شغل میں خلل انداز ہونا پانچواں گناہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے **ما یفعل عقیب الصلوٰۃ مکروھۃ لان الجھال یعتقدونہ سنۃ اوواجبۃ** یعنی جو لوگ نماز کے بعد ذکر یا درود وسلام وغیرہ آواز بلند کرتے ہیں یہ مکروہ ہے کیونکہ ناواقف لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھتے ہیں۔

افسوس ہے کہ بہت سے نیک دل مسلمان قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ناواقف ہونے کے سبب اس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کا نشان سمجھ کر اس میں شریک ہوتے ہیں یہ جذبہ محبت وعظمت بلاشبہ قابلِ قدر و مبارکباد ہے مگر اس کا بے جا استعمال ایسا ہی ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کی محبت میں مغرب کی نماز تین کے بجائے چار رکعت پڑھے اور اپنے دل میں یہ حساب لگائے کہ ایک رکعت زیادہ پڑھی ہے تو مجھے ثواب اوروں سے زیادہ ملے گا۔ حالانکہ وہ کم بخت اپنی تین رکعتوں کا ثواب بھی کھو بیٹھتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اجتماع اور التزام کے ساتھ کھڑے ہو کر آواز بلند مسجدوں میں درود وسلام پڑھنے کا مروجہ طریقہ سراسر خلافِ شرع اور باہم نزاع و جدال اور مسجدوں کو اختلافات کا مرکز بنانے کا سبب ہے اس لیے متولیان مسجد اور ارباب حکومت پر لازم ہے کہ مسجدوں میں اس کی ہرگز اجازت نہ دیں۔ اگر کسی کو کرنا ہے تو اپنے گھر میں کرے تاکہ کم از کم مسجدیں تو شور و شغب اور نزاع و جدال سے محفوظ رہیں۔

ب

سوال الف کے جواب میں واضح ہو چکا ہے کہ اس مجلس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کا فیصلہ خود ایک حدیث میں اس طرح فرمایا ہے من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته . (مشکوٰۃ از بیہقی) یعنی جو شخص میری قبر کے پاس درود وسلام پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو درود وسلام دور سے بھیجتا ہے وہ (فرشتوں کے ذریعہ) مجھے پہنچادیا جاتا ہے۔

ج

جس طرح ذکر اللہ اور تلاوتِ قرآن کھڑے ہو کر بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر بھی ہر طرح جائز ہے اسی طرح درود شریف بھی ہر طرح جائز ہے۔ ہاں اگر کوئی کھڑے ہو کر پڑھنے کو ضروری اور اس کے خلاف کو بے ادبی سمجھے تو یہ ایک غیر واجب کو اپنی طرف سے واجب قرار دینے کی وجہ سے ناجائز ہے خصوصاً جب کہ نماز میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کو بیٹھ کر پڑھنے کی سنت جاری فرمائی ہے تو بیٹھ کر درود وسلام پڑھنے کو خلاف ادب کہنا اس حکم ربانی اور تعلیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ قرآن کو صرف کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے بیٹھ کر پڑھنا بے ادبی ہے۔

د

جواب الف میں واضح ہو چکا ہے کہ بطرز مذکور سلام پڑھنے کے لئے اجتماع و التزام تو بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جو مسجد میں بھی ناجائز ہے اور مسجد سے باہر بھی، فرق صرف یہ ہے کہ مسجد میں اگر کوئی بیٹھ کو مسنون درود وسلام کے الفاظ کو بھی باواز بلند اس طرح پڑھے جس سے دوسرے حاضرین مسجد کے شغل میں خلل آتا ہو تو وہ بھی ناجائز ہے۔ اور مسجد سے باہر اس کی گنجائش ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

ہمدردانہ مشورہ

ہر شخص کو اپنی قبر میں سونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے ان معاملات میں جتھ بندی اور قدیم آبائی رسوم پر ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر سنجیدگی کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنا چاہیئے۔ اور یہ غور کرنا چاہیئے کہ دنیا کے تمام معاملات میں ہمارے جھگڑے چلتے ہی رہتے ہیں کم از کم اللہ کے گھر اور عبادتِ نماز ہی کو ہر طرح کے جھگڑے فساد سے محفوظ رکھا جائے۔

(بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ)

حیلۂ اسقاط ...... یا دَور؟

میّت کی فوت شدہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے واجبات و فرائض کی ادائیگی یا کفارہ کس طرح کیا جاسکتا ہے جس سے وہ گناہ سے سبکدوش ہو جائے۔

اس کا بیان کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے جس کا خلاصہ فائدہ عوام کے لیےاس بحث کے آخر میں لکھ دیا جائے گا۔

لیکن آج کل بہت سے شہروں اور دیہات میں لوگوں نے ایک رسم نکالی ہے جس کو دور یا اسقاط کہتے ہیں اور جاہلوں کو بتلایا جاتا ہے کہ اس رسم کے ذریعہ تمام عمر کے نماز روزوں اور زکوٰۃ وحج اور تمام فرائض وواجبات سے سبکدوشی ہوجاتی ہے، اور اس رسم کو ایسی سخت پابندی کے ساتھ کیا جاتا ہے جیسے تجہیز وتکفین کا کوئی اہم فرض ہو جو کوئی نہیں کرتا اس کو طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں۔

بلا شبہ فقہاء کے کلام میں دور واسقاط کی صورتیں مذکور ہیں، لیکن وہ جن شرائط کے ساتھ مذکور ہیں عوام نہ ان شرائط کو جانتے ہیں نہ ان کی کوئی رعایت کی جاتی ہے۔ بلکہ فوت شدہ فرائض وواجبات سے متعلقہ تمام احکام شرعیہ کو نظر انداز کر کے اس رسم کو تمام فرائض وواجبات سے سبکدوشی کا ایک آسان نسخہ بنالیا گیا ہے جو چند پیسوں میں حاصل ہوجاتا ہے، پھر کسی کو کیا ضرورت رہی کہ عمر بھر نماز روزہ کی محنت اٹھائے۔

اس مسئلہ کے متعلق کچھ عرصہ ہوا ایک سوال آیا تھا اس کا جواب کسی قدر مفصل ہوگیا۔ اس رسم میں ابتلاء عام کے پیش نظر اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں ایک حیلہ مروج ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ جنازہ کے بعد کچھ لوگ دائرہ باندھتے ہیں اور میّت کے وارث ایک قرآن شریف اور اس کے ساتھ کچھ نقد

باندھتے ہیں اور دائرہ میں لاتے ہیں، امام مسجد جو دائرہ میں ہوتا ہے وہ لیتا ہے اور یہ الفاظ اس پر پڑھتا ہے کل حق من حقوق اللہ من الفرائض والواجبات والکفارات والمنذورات بعضھا ادیت و بعضھالم تو دالأن عاجز عن ادائھا واعطیناہ ھذہ المنحۃ الشریفۃ علی ھذہ النقودات فی حیلۃ الاسقاط رجاءً من اللہ تعالیٰ ان یغفرلہ'......اور ایک دوسرے کی ملک ہوتا ہے، تین دفعہ اس کو پھیرا جاتا ہے، بعدہ نصف امام کو اور نصف غربا کو تقسیم کیا جاتا ہے۔

زید ایک امام مسجد ہے، اس نے اس مروجہ حیلہ کو چھوڑ دیا ہے، اور کہتا ہے کہ اس مروجہ حیلہ کی دلیل وثبوت ادلہ شرعیہ سے کوئی نہیں، لہٰذا یہ بات بدعت ہے۔ زید کے ترک پر زید کو لوگ ملامت کرتے ہیں، اور زید باوجود حنفی المذہب ہونے کے اس کو وہابی کہتے ہیں، اور اس حیلہ کے جواز پر آباؤاجداد کی دلیل لاتے ہیں۔ کیا زید حق پر ہے یا باطل پر، اس مروجہ حیلہ کے متعلق کیا حکم ہے، زید اس رواج اور اس التزام واصرار کو ختم کرنے کا شرعاً حق دار اور مصیب ہوگا یا نہیں، نیز بعض صورتوں میں مشترک ترکہ میں سے روپیہ لایا جاتا ہے، جس میں بعض وارث موجود نہیں ہوتے، نیز بعض دفعہ یتیم بچے رہ جاتے ہیں، کیا یہ مال حیلہ میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں اور دائرہ والے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا بالدلائل الشرعیۃ

الجواب

حیلہ اسقاط یا دور بعض فقہائے کرام نے ایسے شخص کے لئے تجویز فرمایا تھا، جس کے کچھ نماز، روزہ وغیرہ اتفاقاً فوت ہوگئے، قضا کرنے کا موقع نہیں ملا،

اور موت کے وقت وصیت کی، لیکن اس کے ترکہ میں اتنا مال نہیں جس سے تمام فوت شدہ نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ ادا کیا جاسکے، یہ نہیں کہ اس کے ترکہ میں مال موجود ہو اس کو تو وارث بانٹ کھائیں اور تھوڑے سے پیسے لے کر یہ حیلہ حوالہ کر کے خدا و خلق کو فریب دیں، درمختار، شامی وغیرہ کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اور ساتھ ہی اس حیلہ کی شرائط میں اس کی تصریحات واضح طور پر فرمائی ہیں کہ جو رقم کسی کو صدقہ کے طور پر دی جائے اس کو اس رقم کا حقیقی طور پر مالک و مختار بنا دیا جائے کہ جو چاہے کرے، ایسا نہ ہو کہ ایک ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں دینے کا محض ایک کھیل کیا جائے، جیسا عموماً آج کل اس حیلہ میں کیا جاتا ہے، کہ نہ دینے والے کا یہ قصد ہوتا ہے کہ جس کو وہ دے رہے ہیں وہ صحیح معنی میں اس کا مالک و مختار ہے اور نہ لینے والے کو یہ تصور و خیال ہوسکتا ہے کہ جو رقم میرے ہاتھ میں دی گئی ہے میں اس کا مالک و مختار ہوں۔

دو تین آدمی بیٹھتے ہیں، اور ایک رقم کو باہمی ہیرا پھیری کا ایک ٹوٹکا سا کر کے اٹھ جاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے میت کا حق ادا کر دیا اور وہ تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگیا، حالانکہ اس لغو حرکت سے میت کو نہ تو کوئی ثواب پہنچا، نہ اس کے فرائض کا کفارہ ادا ہوا، کرنیوالے مفت میں گنہ گار ہوئے۔

رسائل ابن عابدین میں اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ منة الجلیل کے نام سے شائل ہے اس میں تحریر فرمایا ہے۔

ویجب الاحتراز من ان یدیرھا اجنبی الابو کالة کماذکرنا وان یکون الوصی اوالوارث کما علمت، ویجب الاحتراز من ان

یلاحظ الوصی عنددفع الصرة للفقیر الھزل اوالحیلة بل یحب ان یدفعھا عازماً علی تملیکھا منه حقیقة لاتحیلاملا حظا ان الفقیر اذا ابیٰ عن ھبتھا الی الوصی کان له ذالک ولا یجبر علی الھبة

(منة الجلیل فی اسقاط ماعلی الذمة من کثیر وقلیل) جزء رسائل ابن عابدین ص ۲۲۵ ج ۱)

الغرض اس حیلہ کی ابتدائی بنیاد ممکن ہے کچھ صحیح اور قواعد شرعیہ کے مطابق ہو لیکن جس طرح کا رواج اور التزام آج کل چل گیا ہے وہ بلاشبہ ناجائز اور بہت سے مفاسد پر مشتمل قابل ترک ہے، چند مفاسد اجمالی طور پر لکھے جاتے ہیں۔

(۱) بہت مواقع میں اس کے لیے جو قرآن مجید اور نقد رکھا جاتا ہے وہ میت کے متروکہ مال میں سے ہوتا ہے اور اس کے حقدار وارث بعض موجود نہیں ہوتے یا نابالغ ہوتے ہیں تو ان کے مشترک سرمایہ کو ان کی اجازت سے اس کام میں استعمال کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے **لایحل مال امرمسلم الا بطیب نفس منه** اور نابالغ تو اگر اجازت بھی دیدے تو وہ شرعاً نامعتبر ہے اور ولی نابالغ کو ایسے تبرعات میں اس کی طرف سے اجازت دینے کا اختیار نہیں بلکہ ایسے کام میں اس مال کا خرچ کرنا حرام ہے بنص قرآنی آیت کریمہ ''**ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراً**'' (ترجمہ) ''جولوگ یتیموں کے مال ظلماً خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں'' سے ثابت ہے کہ ایسے اموال کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

(۲) اگر بالفرض مال مشترک نہ ہوتا سب وارث بالغ ہوں، اور سب سے اجازت بھی لی جائے تو تجربہ شاہد ہے کہ ایسے حالات میں یہ معلوم کرنا آسان

نہیں ہوتا کہ سب نے بطیبِ خاطر اجازت دی ہے یا برادری اور کنبہ کے طعنوں کے خوف سے اجازت دی ہے، اور اس قسم کی اجازت حسبِ تصریح حدیث مذکور کالعدم ہے۔

(۳) اور اگر بالفرض یہ سب باتیں بھی نہ ہوں سب بالغ ورثاء نے بالکل خوش دلی کے ساتھ اجازت دیدی ہو یا کسی ایک ہی شخص وارث یا غیر وارث نے اپنی مِلکِ خاص سے اس کا انتظام کیا ہے تو مفاسد ذیل سے وہ بھی خالی نہیں مثلاً اس حیلہ کی فقہی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ جس شخص کو اول یہ قرآن اور نقد دیا جاتا ہے اس کی ملک کر دیا جائے اور پوری وضاحت سے اس کو بتلا دیا جائے کہ تم مالک ومختار ہو جو چاہو کرو پھر وہ اپنی خوشی سے بلا کسی رسمی دباؤ یا لحاظ ومروت کے میّت کی طرف سے کسی دوسرے شخص کو اسی طرح دیدے اور مالک بنادے اور پھر وہ شخص اسی طرح کسی تیسرے چوتھے کو دیدے لیکن مروجہ رسم میں اس کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا، اول تو جس کو دیا جاتا ہے، نہ دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ملک ہوگیا اور وہ اس میں مختار ہے نہ لینے والے کو اس کا کوئی خطرہ پیدا ہوتا ہے جس کی کھلی علامت یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس وقت پر نقد لے کر چل دے اور دوسرے کو نہ دے تو دینے والے حضرات ہرگز اس کو برداشت نہ کریں، اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں تملیک صحیح نہیں ہوتی اور بدونِ تملیک کے کوئی قضا یا کفارہ یا فدیہ معاف نہیں ہوتا، اسی لیے یہ حرکت بےکار جاتی ہے۔

(۴) مذکورہ صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ جس شخص کو مالک بنایا جائے وہ مصرف صدقہ ہو، صاحب نصاب نہ ہو مگر عام طور پر اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا

عموماً ائمہ مساجد جو صاحبِ نصاب ہوتے ہیں انہیں کے ذریعے یہ کام کیا جاتا ہے اس لیے بھی یہ سارا کاروبار لغو وغلط ہوجاتا ہے میّت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

(۵) اور اگر بالفرض مصرفِ صدقہ بھی صحیح انتخاب کرلیا جائے اور ان کو پورا مسئلہ بھی معلوم ہو کہ وہ قبضہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو مالک ومختار سمجھے پھر میّت کی خیر خواہی کے پیش نظر وہ دوسرے کو اور اسی طرح دوسرا تیسرے چوتھے کو دیتا چلا جائے تو آخر میں وہ جس شخص کے پاس پہنچتا ہے وہ اس کا مالک ومختار ہے، اس سے واپس لے کر آدھا امام کو اور آدھا دوسرے فقراء کو تقسیم کرنا مِلکِ غیر میں بلا اس کی اجازت کے تصرف کرنا ہے جو ظلم اور حرام ہے، حسب تصریح حدیث مذکور۔

(۶) اور بالفرض یہ آخری شخص اس کی تقسیم اور حصے بخرے لگانے پر آمادہ بھی ہوجائے، اور فرض کرو کہ اس پر دباؤ سے نہیں دل سے ہی راضی ہوجائے تو پھر بھی اس طرح کے حیلہ کا ہر میّت کے لئے التزام کرنا اور جیسے تجہیز وتکفین جیسے واجبات شرعیہ ہیں، اسی درجہ میں اس کو اعتقاداً ضروری سمجھنا یا عملاً ضروری کے درجہ میں التزام کرنا یہی احداث فی الدین ہے۔ جس کو اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں، اور جو اپنی معنوی حیثیت سے شریعت میں ترمیم واضافہ ہے نعوذ باللہ۔

نیز اس حیلہ کے التزام سے عوام الناس اور جہلا کی یہ جرأت بھی بڑھ سکتی ہے کہ تمام عمر بھی نہ نماز پڑھیں نہ روزہ رکھیں نہ حج کریں نہ زکوٰۃ دیں، مرنے کے بعد

چند پیسوں کے خرچ سے یہ سارے مفاد حاصل ہو جائیں گے جو سارے دین کی بنیاد منہدم کر دینے کے مترادف ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دین کے صحیح راستہ پر چلنے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

مذکور الصدر اجمالی مفاسد کو دیکھ کر بھی یہ فیصلہ کر لینا کسی مسلمان کے لئے دشوار نہیں کہ یہ حیلے حوالے اور اس کی مروجہ رسوم سب ناواقفیت پر مبنی ہیں میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں اور کرنے والے بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم،

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۷ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

مسائلِ فدیۂ نماز و روزہ وغیرہ

مسئلہ: جس شخص نے نماز روزہ یا حج زکوٰۃ وغیرہ کی کوئی وصیت کی تو یہ وصیت اس کے ترکہ کے صرف ایک تہائی حصہ میں جاری کرنا وارثوں پر لازم ہوگا، ایک تہائی ترکہ سے زائد کی وصیت ہو تو وہ سب وارثوں کی اجازت و رضامندی پر موقوف ہے۔ اگر وہ سب یا ان میں کوئی اجازت نہ دے تو مشترکہ ترکہ سے وصیت پوری نہیں کی جاسکتی اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہے تو اس کی اجازت بھی معتبر نہیں، اس کے حصہ پر ایک تہائی سے زائد کی وصیت کا کوئی اثر نہ پڑنا چاہیئے، ہدایہ، عالمگیری، شامی وغیرہ۔

مسئلہ: جس شخص نے وصیت کی ہو اور مال بھی اتنا چھوڑا ہو کہ اس کے ایک تہائی میں ساری وصیتیں پوری ہو سکیں تو وصی اور وارثوں کے ذمہ واجب ہے کہ اس وصیت کو پورا کریں اس میں کوتاہی نہ کریں میّت کا مال موجود ہوتے ہوئے اس کی نماز روزہ کے فدیہ میں حیلہ حوالہ پر اعتماد کر کے مال کو خود تقسیم کر لیں تو گناہ ان کے ذمہ رہے گا۔

مسئلہ: وصیت کرنیکی صورت میں واجبات وفرائض کی ادائیگی کی یہ صورت ہوگی (۱) ہر روز کی نمازیں وتر سمیت چھ لگائی جائیں گی اور ہر نماز کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی یعنی ایک دن کی نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی (۲) ہر روزہ کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی

رمضان کے روزوں کے علاوہ اگر کوئی نذر (منت) مانی ہوئی ہے تو اس کا بھی فدیہ دینا ہوگا (۳) زکوٰۃ جتنے سال کی اور جتنی مقدار مال کی رہی اس کا حساب کر کے ادا کرنا ہوگا (۴) حج فرض اگر ادا نہیں کر سکا تو میت کے مکان سے کسی حج بدل کے لیے بھیجا جائے گا اور اس کا پورا کرایہ وغیرہ تمام مصارفِ ضروریہ ادا کرنے ہوں گے (۵) کسی انسان کا فرض ہے تو اس کو حق کے مطابق ادا کرنا ہوگا (۶) جتنے صدقۃ الفطر رہے ہوں ہر ایک کے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کی جائے (۷) قربانی کوئی رہ گئی ہو تو اس ۱سال میں ایک بکرے یا ایک حصہ گائے کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ کیا جائے (منیۃ الجلیل) (۸) سجدۂ تلاوت رہ گئے ہوں تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ کیا جائے (۹) اگر فوت شدہ نمازوں یا روزوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو تخمینہ سے حساب کیا جائے گا۔

یہ سب احکام اس صورت کے ہیں کہ مرنے والے نے وصیت کر دی ہو، اور بقدر وصیت مال چھوڑا ہو، اور اگر وصیت ہی نہیں کی یا اداء وصیت کے مطابق کافی ترکہ نہیں ہے، تو وارثوں پر اس کے فرائض وواجبات کا فدیہ ادا کرنا لازم نہیں، ہاں وہ اپنی خوشی سے ہمدردی کرنا چاہیں تو موجبِ ثواب ہے۔

(بندہ **محمد شفیع** عفا اللہ عنہ محرم الحرام کراچی)

۱یعنی جس سال کی قربانی رہ گئی ہو اُس سال ایک بکرے یا گائے کے ایک حصہ کی جو قیمت تھی وہ قیمت صدقہ کی جائے۔۱۲ واللہ اعلم

(محمد رفیع عثمانی)

سایۂ رسول ﷺ؟

سوال: ۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں بعض واعظ جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب: ۔ اگر نقل صحیح سے یہ ثابت ہو جائے کہ بطور معجزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا تو کوئی مسلمان اس کو تسلیم کرنے میں تامل نہیں کر سکتا نقل صحیح اس باب میں کوئی موجود نہیں۔ حدیث کی کتب متداولہ صحاح ستہ وغیرہ میں اس مضمون کی کوئی حدیث وارد نہیں البتہ خصائص کبری میں شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اس مضمون کی ایک حدیث مرسلاً روایت کی ہے۔

باب المعجزة فی بوله و غائطه صلی الله علیه وسلم "اخرج الحکیم الترمذی من طریق عبدالرحمٰن بن قیس الزعفرانی عن عبدالملک بن عبدالله بن الولید عن ذکو ان ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یکن یری له ظل فی شمس ولا قمر ولا اثر قضاء حاجة" (خصائص ص ۱۷ ج ۱ مطبوعة دائرة المعارف.) وقال فی باب الایة فی انه صلی الله علیه وسلم لم یکن یری له ظل، اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان بمثله، ثم قال ای السیوطی. "قال ابن سبع من خصائصه ان ظله کان لا یقع علی الارض وانه کان نورا فکان اذا مَرفی الشمس اوالقمر لا ینظرله ظل. قال بعضهم

ویشهدله حدیث قوله علیه السلام فی دعائه واجعلنی نوراً (خصائص ص۶۸ج ۱ وبمثله ذکره فی المواهب نقلا عن الفخر الرازیؒ مواهب. ص۲۹۸ص ج۲.)

لیکن یہ روایت بہ چند وجوہ ثابت ومعتبر نہیں۔

(۱) اول اس لیے کہ دھوپ اور چاندنی میں چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کے واقعات جو سفر وحضر میں جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے تمام عمر نبوی میں پیش آئے ہیں ظاہر ہے کہ غیر محصور اور نہایت کثیر تعداد ہیں۔ پھر دیکھنے والے صحابہ کرامؓ ہزاروں ہزار ہیں، پھر صحابہ کرامؓ کی عادت سے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا ذرا سی بات اور نقل وحرکت اور آثار وحالات کے بیان کرنے کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے۔ ان امور کا مقتضی یقینی طور پر یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ معجزہ ثابت ہوتا تو اس کی روایات صحابہ کرامؓ کی ایک جم غفیر سے منقول ہوتی اور یقیناً حد تواتر کو پہنچتی۔ لیکن جب ذخیرہ حدیث پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اس بارہ میں صرف ایک حدیث اور وہ بھی مرسل اور وہ بھی سنداً بالکل ضعیف وواہی نکلتی ہے جو قرینہ قویہ اس امر کا ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔

(۲) یہ حدیث مرسل ہے اور محدثین کی ایک عظیم الشان جماعت مرسل کو حجت نہیں سمجھتی۔

(۳) اس حدیث کا پہلا راوی عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی بالکل ضعیف ومجروح اور کاذب ناقابل اعتبار ہے بلکہ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ جھوٹی

حدیثیں وضع کرتا تھا ملاحظہ ہوں اقوال ذیل:۔

قال فی المیزان کذبه ابن مهدی وابوزرعة وقال البخاری ذهب حدیثه وقال احمد لم یکن بشیٔ وخرج له الحاکم حدیثاً منکرا وصححه ومثله فی التقریب وقال فی تهذیب التهذیب کان ابن مهدی یکذبه وقال احمد حدیثه ضعیف ولم یکن بشیٔ متروک الحدیث وقال النسائی متروک الحدیث وقال زکریا الساجی ضعیف کتبت عن حوثرة المنقری عنه وقال صالح بن محمد کان یضع الحدیث وقال بن عدی عامة ما یرویه لایتا بعائمیه الثقات قلت قال الحاکم روی عن محمد بن عمرة حماد بن سلمة احادیث منکرة منها حدیث من کرامة المومن علی الله ان یغفر لمشیعیه قال وهذا عندی موضوع ولیس الحمل فیه الاعلیه وقال الحاکم ابواحمد ذاهب الحدیث وقال ابونعیم الاصبهانی لاشیٔ.

اور دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن عبدالولید بھی مجہول الحال ہے کتب متداولہ میں اس کا حال مذکور نہیں۔

الحاصل اول تو ایک ایسے عامۃ الورود واقعہ میں تمام صحابہ کرامؓ کا سکوت اور صرف ایک حدیث مرسل کا اس میں مذکور ہونا ہی علامت قویہ روایت کے غیر ثابت وغیر معتبر ہونے کی ہے۔

ثانیاً روایت مرسل ہے، ثالثاً اس کا راوی بالکل کاذب واضع حدیث ہے جس سے اگر حدیث کو موضوع کہہ دیا جائے تو بعید نہیں۔ اور بعض حضرات نے جو سایہ نہ

ہونے پر اس سے استدلال کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے قرآن میں نور فرمایا ہے یا آپ اپنی دعاؤں میں اجعلنی نوراً فرمایا کرتے تھے سو یہ استدلال بالکل ناقابلِ التفات ہے ظاہر ہے کہ آیت میں نیز حدیث دعاء میں نور ہونے سے یہ کسی کے نزدیک مراد نہیں کہ عالم عناصر کی کیفیات وآثار آپ میں نہ تھے یا آپ کی دعا وخواہش یہ تھی کہ عالمِ عناصر کے آثار مخصوصہ سے علیحدہ ہوکر معاذ اللہ ہوا کی طرح غیر مرئی ہوجائیں بلکہ باتفاق عقلاء وعلماء مراد یہ ہے کہ جس طرح نور ذریعہ ہدایت وبصیرت ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذریعہ ہدایت ہیں اور چونکہ نبی کا انتہائی کمال اسی میں ہے کہ شان نبوت وہدایت درجہ کمال میں ہو اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں اس کا کمال طلب فرماتے تھے اور اسی معنی کی بناء پر قرآن کو اور تورات کو بنص قرآن نور کہا گیا ہے اس معنے سے صحابہ کرامؓ کو نجوم ہدایت فرمایا گیا ہے۔ علاوہ بریں یہ دعاء اجعلنی نوراً تو تمام امت کو تلقین فرمائی گئی ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بھی باقی نہیں رہتی۔

بعض حضرات نے سایہ نہ ہونے کی یہ توجیہ کی ہے کہ جس طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے سر مبارک پر فرشتے یا ابرِ رحمت سایہ افگن رہتا تھا، اگر یہ ثابت ہو بھی تو دوسری صحیح وصریح روایات اس کے معارض موجود ہیں مثلاً صحیح بخاری کی حدیث میں دربارہ ہجرت بروایت عائشہؓ مذکور ہے۔

"ابابکر قام للناس وجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم صامتاً فطفق من جاء من الانصار ممّن لم یر رسول الله صلى الله عليه

وسلم يحيّى ابا بكر حتّٰى اصابت الشمس رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقبل ابوبكر حتّٰى ظلل عليه بردائه فعرف الناس رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذالک" كذافى المواهب، وقال الزرقانى فى شرح المواهب و عند بن عقبة عن الزهرى "فطفق من جاء من الانصار يحسبه اياه حتى اصابته الشمس اقبل ابوبكر بشيء اظله به" (شرح المواهب للزرقانی جلد اول ص۳۵۰) و مثله يروى تظليله عليه السلام فى حجة الوداع وهو مشهور و مذكور فى عامة الكتب.

اس لیے یا تو سایہ ہونے کی حدیث کو بمقابلہ ان روایات کے غیر ثابت قرار دیا جائے اور یا یہ کہا جائے کہ پہلے ایسا ہوگا۔ بعد میں یہ صورت نہ رہی۔ قسطلانی نے مواہب میں اسی صورت کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ حدیث ہجرت مذکورۃ الصدر کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے۔

فظاهر هذا انه عليه الصّلوة والسّلام كانت الشمس تصيبه وماتقدم من تظليل الغمام والملائكة له كان قبل بعثته كماهو صريح فى موضعه (زرقانی. ص۳۵۱۔ ج۱۔ فقط)

(ترجمہ از احقر محمد رفیع عثمانی)

یعنی ظاہر یہ بات ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ پڑتی تھی اور آپ کے لئے بادل وملائکہ سایہ افگن ہونے کے جو واقعات ہیں وہ نبوت ملنے سے پہلے کے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

مزاراتِ اولیاء اللہ کی شرعی حیثیت

سوال

(۱) عرس کے لغوی معنی کیا ہیں اور اصطلاح شرح میں عرس کی کیا تعریف ہے۔قرون ثلثہ میں اس کا وجود تھا یا نہیں اگر نہیں تھا تو یہ کب سے ہوا؟

(۲) آج کل ہندو بنگال کے چند مواضع مثلاً اجمیر، بریلی اور چاٹگام وغیرہ میں ایک تاریخ معین میں کوئی شاہ صاحب کسی مزار پر سجادہ نشین ہو کر بیٹھتے ہیں اور ان کے مریدین و معتقدین کا جم غفیر ہوتا ہے اور مزار پر عمدہ سے عمدہ بیش قیمت غلاف چڑھایا جاتا ہے اور اوپر شامیانے لگائے جاتے ہیں اور مزار پر چراغاں کیا جاتا ہے اور مزار کے گرد لوگ اس مردہ کی شان میں منظوم نعتیہ گاتے ہیں اور ناچتے کودتے ہیں یہ امور جائز ہیں یا نہیں۔ اس صورت کے ساتھ عرس کرنے والے اور اس میں شریک ہونے والے بدعتی ہیں یا نہیں؟

(۳) چند پیر یہاں ایسے بھی ہیں جو اپنے مریدوں سے سجدہ کراتے ہیں بس اس قسم کے حکم کرنے والے اور اس کے عاملین مرتد اور بے دین ہیں یا نہیں اور بعض پیر گو زبان سے حکم نہیں کرتے لیکن مریدین انہیں سجدہ کرتے ہیں اور وہ منع نہیں کرتے پس ایسے پیر کے لیے کیا حکم ہے کیا یہ لوگ حسبِ فرمان نبویؐ الساکت عن

الحق کشیطان الاخرس کے شیطان نہیں ہیں اور یہ مرتکب معصیت کبیرہ ہیں یا نہیں۔ اور بعض پیر اپنے مریدوں کو منع کرتے ہیں لیکن مرید نہیں مانتے اور سجدہ کرتے ہیں اس وقت کبھی منع نہیں کرتے ہیں اور کبھی دم بخود ہو کر رہ جاتے ہیں لیکن پھر بھی عرس بند نہیں کرتے کہ جس سے اس شرک و بدعت کا قلع قمع ہو جائے۔ بلکہ عرس کو باعث ثواب سمجھتے ہیں ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے پھر یہ پیر صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ میں کیا کروں لوگ سجدہ کرتے ہیں منع کرتا ہوں وہ نہیں مانتے میں معذور ہوں۔

(۴) پیر کی کیا تعریف ہے مرتکب امور بالا کو پیر بنانا اور اس کا معتقد ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) سجدہ لغیر اللہ مطلقاً حرام ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے بعض لوگ سجدہ تحیہ کو جائز کہتے ہیں اور وہ یہ جاہل پیر لوگ ہیں کیا واقعہ بھی ایسا ہی ہے کوئی ان میں فتویٰ تیسیر کا حوالہ بھی دیتا ہے اور کوئی فتح القدیر کا آیا وہ عبارات صحیح ہیں یا نہیں؟

(۶) بدعت کی تعریف اور تقسیم مع حوالہ کتب تحریر فرماتے ہوئے یہ بھی تحریر فرمایئے کہ کونسی بدعت معصیت ہے اور کونسی نہیں اور عرس اگر بدعت ہو تو عرس کرنے والے کو بدعتی کہیں گے اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہوگی۔ نیز عرس کے بدعت ہونے پر بھی اگر کوئی شخص اسے نہ چھوڑے بلکہ اس پر مداومت اور اصرار کرے اور اسے جائز اور قابلِ ثواب کرنے کے لیے کوشش کرے تو ایسا شخص مصر علی المعصیت ہے یا نہیں اور اصرار علی المعصیۃ عمداً اور باعث ثواب سمجھ کر کرنا کیسا ہے؟

(۷) جن بدبودار چیزوں کو کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت کی گئی ہے اور وہ

شخص مسجد میں بسبب اس اختیاری کے نہ آئے اور جماعت میں شامل نہ ہو لیکن نیت جماعت کی رکھے تو جماعت کا ثواب اسے ملے گا یا نہیں اور جو لوگ اضطراراً معذور ہوں انجراوراذفر ہوں تو آیا ان کے لیے بھی لا یقربن مسجداً۔ کا حکم ہوگا اور ان کے لیے بھی ممانعت ہو تو انہیں بنا بر نیت حضوری جماعت کے جماعت کا ثواب مل گیا یا نہ؟

الجواب

عرس بضم اول و بضمتین لغت عرب میں طعام ولیمہ کو نیز نکاح کو کہا جاتا ہے کما صرح به القاموس آج کل ہمارے دیار میں جس کو لوگ عرس کہتے ہیں یعنی کسی بزرگ کی تاریخ وفات پر سالانہ ان کی قبر پر اجتماع اور میلہ قائم کرنا، یہ فعل بھی بدعت مستحدثہ ہے اور یہ نام بھی اس کے لیے مستحدث ہے۔ قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں کیا قرون مابعد میں بھی صدیوں تک اس کا کہیں نام ونشان نہ تھا بہت آخر زمانہ میں ایجاد ہوا ہے مشہور یہ ہے کہ جس طرح اور تمام بدعات کی اصل ابتداء بری نہ تھی بعد میں لوگوں کی تعدی نے اس کو گناہ اور بدعت بنا دیا اسی طرح اس میں بھی ابتدائی واقعہ یہ ہوا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سالانہ غیر معین تاریخوں میں پیران کلیر حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوتے تھے اس کی خبر سن کر آپ کے مرید بھی آنے لگے پھر لوگوں نے اس خیال سے کہ حضرت شیخ کے ساتھ حاضری کے شائقین کو دشواری ہوتی ہے۔ کوئی دن بھی متعین کر دیا یہاں تک بھی منکرات کا ہجوم نہ تھا پھر بعد میں جہلا ومبتدعین نے اس کو اس حد تک طول دے دیا کہ سینکڑوں محرمات اور افعال شرک و

کفر کا تماشہ گاہ ہوگیا اور پھر یہ رسم سب جگہ چل پڑی اب مسئلہ عرس میں دو حیثیت قابلِ بیان ہیں اول نفس عرس خالی از دیگر منکرات دوسرے مع بدعات و منکرات مروجہ۔

سوامر اول کا جواب تو یہ ہے کہ اتفاقی طور پر کوئی شخص کسی بزرگ کے مزار پر بلاتعیین تاریخ وبلا اہتمام خاص کے اگر ہمیشہ سالانہ بھی جایا کرے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مستحب بلکہ سنت ہے بشرطیکہ منکرات مروجہ وہاں نہ ہوں لما اخرج ابن جریر عن محمدبن ابراهیم قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یاتی قبور الشهداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ وابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ اس قسم کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اپنے مکاتیب میں فرماتے ہیں:۔

کہ روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکور انتقال
ایشیاں می باشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ
ایں عمل واقع شود موجب فلاح ونجات است

(از مجموعہ فتاویٰ صفحہ ۶۹ ج ۳)

لیکن کسی معین تاریخ کو ضروری سمجھنا یا ایسا عمل کرنا جس سے دیکھنے والوں کو ضروری معلوم ہو اور نہ کرنے والوں پر اعتراض کی صورت پیدا ہو یہ ایک بدعت سیئہ ہے جس کا اصول اسلام میں کہیں نام نہیں۔

امر دوم یعنی عرس مصطلح مع منکرات مروجہ جو لوازم عرس سے سمجھے جاتے ہیں اس کا جواب ظاہر ہے کہ ایک تو فی نفسہ بدعت اور پھر اس میں بہت سے مشرکانہ

افعال اور بدعات اور امور قبیحہ کا ارتکاب لازم آتا ہے اس لیے بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہوگیا۔ جن میں سے بعض یہ ہیں:۔

(۱) چراغ جلانا جو بنص حدیث حرام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ جلانے والے پر لعنت فرمائی ہے (مشکوۃ)

(۲) چادر وغیرہ چڑھانا جس کی حدیث صریح میں مخالفت ہے (بخاری)

(۳) ان کے نام کی نذر ومنت ماننا جو مطلقاً حرام ہے۔

قال فی البحر الرائق الاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا یشتغل به الذمة وانه حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذه ولا اکله ولا التصرف فیه بوجه من الوجوه۔

(۴) پھر اس نذر کی مٹھائی وغیرہ کو تبرک سمجھ کر کھانا اور تقسیم کرنا حالانکہ اس کا حرام ہونا اوپر کی عبارت بحر سے معلوم ہوگیا اس لیے اس کے حلال وتبرک سمجھنے میں تو اندیشہ کفر کا ہے۔ والعیاذ باللہ۔

(۵) راگ باجہ وغیرہ جس کی مذمت وممانعت پر احادیث کثیرہ صراحۃً وارد ہوئی ہیں تفسیر روح المعانی میں آیت لہو الحدیث کے ذیل میں تعداد کثیر ان روایات کی جمع کی گئی ہے فلیراجع۔ نیز شیخ ابن حجر مکی کا رسالہ کف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع بھی اس موضوع میں کافی شافی ہے خود صوفیائے کرام کی ایک جماعت کثیرہ نے بھی اس کو ناجائز فرمایا ہے ملاحظہ ہو رسالہ حقوق السماع لحکیم الامۃ مولانا التھانوی مدظلہ۔

(۶) فاحشہ عورتوں کا گانا اور اجتماع جو بہت سے محرمات کا مجموعہ ہے۔

(۷) عام عورتوں کا قبروں پر جمع ہونا جس پر حدیث میں ارشاد ہے۔

لعن الله زوارات القبور۔

(۸) قبروں کے مجاورین کا بیٹھنا جس کی ممانعت حدیث وفقہ کی معتبر کتب میں منصوص ہے۔

(۹) قبر کا طواف کرنا جو قطعاً حرام ہے۔ ملا علی قاریؒ شرح مناسک باب زیارت روضۃ القدس میں فرماتے ہیں ولا یطوف ای ولا یدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة یحرم حول قبور الاولیاء انتهیٰ۔

(۱۰) سجدہ کرنا جو بقصد عبادت ہو کفر صریح ہے اور بلا قصد عبادت انتہائی درجہ کا گناہ کبیرہ ہے۔ کما سیاتی تفصیله اگر تتبع کیا جاوے تو اس قسم کے سینکڑوں گناہوں کا مجموعہ ان اعراس میں مشاہد ہوجائے گا۔ وفی ذالک کفایة لمن اراد الهدایة ۔ اسی لیے جس وقت سے اس قسم کے عرس کا رواج ہوا ہے اسی وقت سے علماء امت بلکہ خود صوفیائے کرام جو محقق ہوئے ہیں اس سے منع کرتے رہے ہیں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جو علاوہ علوم ظاہرہ کے ماہر وعلامہ ہونے کے خاندان نقشبندیہ میں حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے خلفاء میں سے ہیں ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں:۔

''قبور اولیا بلند کردن وگنبد براں ساختن وعرس وامثال آں چراغاں کردن ہمہ بدعت است بعض ازاں حرام وبعض مکروہ پیغمبر خدا بر شمع افروزاں نزد قبر وسجدہ کنندگان را لعنت گفتہ۔'' اور

بریقہ شرح طریقہ محمدیہ صفحہ ۱۲۲ ج ۱ میں ہے۔

واقبح البدع عشرة وعد منها طعام الميت و ايقاد الشموع على المقابر والبناء على القبرو تزيينه والبيتوتة عنده والتغني والسماع واتحاذ الطعام للرقص و اجتماع النساء لزيارة القبور...... الخ اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ محدث دہلوی مسائل اربعین میں فرماتے ہیں:۔

''مقرر ساختن روز عرس جائز نیست ورتفسیر مظہری۔

می نویسد لا يجوز مايفعله الجهال بقبور الاولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السراج والمسا جداليها ومن الاجتماع بعد الحول كالا عياد و تسمونه عرساً۔ اصول کی بات وہی ہے جو امام مالکؒ نے فرمائی ہے مالم يكن يومئذ دينا لايكون اليوم دينا۔ اس لیے جس عبادت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کے زمانہ میں اصل نہ ہو وہ عبادت نہیں گمراہی ہے۔ رسالہ قشیریہ میں اکابر اہل طریق کے بہت اقوال اس کی تائید میں لکھے گئے ہیں۔ فليراجع ثمه ومثله في مفتاح السنة للسيوطي ص۵۔

(۲) تفصیل مذکورہ سے ثابت ہوا کہ ایسا کرنے والے بدعتی اور سخت گناہگار ہیں۔

(۳) غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر بہ نیت عبادت ہو تو کفر صریح اور ارتداد محض ہے (نعوذ باللہ منہ) اور اگر بہ نیت عبادت نہ ہو بلکہ قصد تعظیم معروف ہو تو ارتداد و کفر تو

نہیں لیکن سخت تر گناہ اور قریب شرک کے ہے۔ كذاقال ابن حجر المكي في الاعلام بقواطع الاسلام على هامش الزواجر۔ ص۳۲ ج ۳۔

وفي المواقف و شرحها من صدق بما جاء به النبي صلى الله عليه وسلم ومع ذالك سجدللشمس كان غير مومن بالاجماع لان سجوده لهايدل بظاهره انه ليس بمصدق و نحن نحكم بالظاهر فلذالك حكمنا بعدم ايمانه لان عدم السجود يغرالله داخل في حقيقة الايمان حتى لو علم انه لم يسجدلها على سبيل التعظيم واعتقاد الالوهية بل سجدلها وقلبه مطمئن بالايمان لم يحكم بكفره فيما بينه' وبين الله تعالىٰ وان اجرى عليه حكم الكافر في الظاهر انتهى. ثم قال نقلاً عن الروضة وليس من هذا مايفعله' كثير من الجهلة الظالمين من السجود بين يدى المشائخ فان ذالك حرام قطعاً بكل حال سواء كان للقبلة اويغرهاز سواء قصد السجود لله او غفل وفي بعض صورة مايقتضي الكفر عافاناالله تعالىٰ من ذالك انتهى. ففهم انه قديكون كفراً بان قصدبه عبادة مخلوق او التقرب اليه وقد يكون حراماً ان قصدبه تعظيمه اوالخ.

یہی مضمون حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ محدث دہلوی نے مائۃ مسائل کے مسئلہ ۳۳ میں ذکر فرمایا ہے اور حلبی نے شرح منیہ کبیر میں کہا ہے حتی لوسجدلغير الله يكفر۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا انتہائی درجہ کا سخت گناہ ہے اور جو پیر اپنے سامنے اس گناہ کو جاری رکھتے ہیں اگرچہ امر نہ کریں البتہ شریک گناہ ہیں۔ اگر بالفرض لوگ اس کا کہنا نہیں مانتے تو یہ پیر ہی کس کام کا ہے کم از کم اس کو ان سے علیحدہ ہو جانا فرض ہے۔

الغرض ایسے پیروں سے بیعت کرنا حرام ہے جو حدود شرعیہ کی پروا نہ کرتے ہوں۔ جیسا کہ امام غزالیؒ کی اپنی اکثر تصنیفات میں اور رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف وغیرہ میں خود ائمہ تصوف کے اقوال سے اس کو ثابت کیا گیا ہے۔

(۴) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے القول الجمیل میں پیر یعنی شیخ کامل کی چند شرطیں لکھی ہیں۔ جو شخص ان شرائط کے ساتھ موصوف نہ ہو اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا چاہیے۔ بالخصوص جو شخص مرتکب امور مذکورہ فی السوال ہو۔ اور معاصی کا مرتکب ہو اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا حرام ہے۔ وذالک کله ظاهر.

(۵) سجدہ کے متعلق تفصیل سے جو نمبر ۳ میں مذکور ہو چکی اتنی بات بالاجمال ہے کہ غیر کو سجدہ کرنا حرام ضرور ہے کفر ہونے میں تفصیل ہے حرمت میں کوئی تفصیل نہیں۔ فتح القدیر کی طرف اباحت کو منسوب کرنا غلط محض ہے۔

(۶) بدعت لغت میں ہر نئے کام کو کہتے ہیں۔ خواہ عادت ہو یا عبادت جن لوگوں نے یہ معنی لیے ہیں انہوں نے بدعت کی تقسیم دو قسمیں کی ہیں۔ سیئہ اور حسنہ جن فقہاء کے کلام میں بعض بدعت کو حسنہ کہا گیا ہے وہ اسی معنی لغوی کے اعتبار سے بدعت ہیں ورنہ در حقیقت بدعت نہیں اور معنی شرعی بدعت کے یہ ہیں دین میں کسی کام کا زیادہ یا کم کرنا جو قرن صحابہؓ و تابعینؒ کے بعد ہوا ہو۔ اور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے کرنے کی اجازت منقول نہ ہو نہ قولاً نہ فعلاً نہ صراحۃً نہ اشارۃً۔ هذا ملخص مافي الطريقة المحمدية وهو اجمع ما رأيت من تعريف البدعة وان اردت التفصيل فراجعه.

(بریقہ شرح الطریقہ۔ ص ۱۲۸ ج ۱)

پھر بدعت میں درجات ہیں بعض مکروہ کے درجہ میں ہیں بعض حرام بعض شرک اور مصر علی البدعۃ بہرحال فاسق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ كمافي الدر المختار وغيره وخلف مبتدع۔ الخ۔

(۷) جب ان چیزوں کا ترک اس کے اختیار میں ہے اور ترک نہیں کرتا بلکہ جماعت کو ترک کر دیتا ہے تو خواہ نیت ہو یا نہ ہو ثواب جماعت نہ ہوگا۔ البتہ جو معذور ہوں جیسے ابخرواذفر وغیرہ ان کے لیے بھی مناسب ہے کہ جماعت میں شریک نہ ہوں تاکہ لوگوں کو ایذا نہ پہنچے ایسے لوگوں کو انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کا ثواب گھر بیٹھے مل جائے گا۔ كما صرح به الفقهاء والتفصيل في رسالتي آداب المساجد.

بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ

سوال ۲:۔ مسجد میں درگاہ ہے درگاہ پر روزانہ اور جمعرات کو روشنی ہوتی ہے روشنی کے لیے تیل وغیرہ کا انتظام مسجد کی آمدنی سے اور اہل محلہ کی طرف سے ہوتا ہے صرف درگاہ کے لیے تیل اتنی کثیر مقدار میں جمع ہو جاتا ہے کہ تمام درگاہ کی روشنی میں خرچ نہیں ہو سکتا اگر باقی ماندہ تیل کو امام مسجد اپنے ذاتی مصارف کتب بینی وغیرہ میں استعمال کرے تو جائز ہے یا نہ۔

جواب:۔قبروں پر چراغ جلانا جائز نہیں۔حدیث شریف میں ہے **لعن اللّٰہ زوارات القبور والمتخذین علیها السراج**۔اس لیے جو تیل درگاہ کی روشنی کے لیے دیا جاتا ہے اس کو اصل مزار پر جلانا نہ چاہئے البتہ اگر مزار کے متعلق حجرے ہوں یا راستہ پر روشنی کی ضرورت ہو وہاں جلایا جاسکتا ہے اسی طرح حجرہ امام اگر متعلقات درگاہ میں ہو تو اس میں بھی جلا سکتے ہیں۔ورنہ بلا اجازت مالک دوسری جگہ استعمال کرنا جائز نہیں اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ تیل بطور نذر مزار پر چڑھایا ہے تو کسی جگہ بھی اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ غیر اللہ کے نام کی نذر حرام ہے اور اس چیز کا استعمال بھی حرام ہے جس کی نذر کی گئی ہو۔**صرح به في البحر الرائق من کتاب النذر. فقط**

بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ

سوال ۳:۔جب کہ مسجد کے اندر حسب ضرورت کافی روشنی ہوتی ہے اور درگاہ کی روشنی کوئی فائدہ نہیں رکھتی روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں۔نیز جمعرات کے دن جو ختم درگاہ پر ہوتا ہے اس میں شرکت کرنے والا کیا حکم رکھتا ہے۔

الجواب:۔قبر پر چراغ جلانا حرام ہے کما مر اور ختم قرآن میں اگر دوسری بدعات نہ ہوں تو شرکت میں مضائقہ نہیں۔لیکن پھر بھی ترک اولیٰ ہے کہ یہ چیزیں اگرچہ بالفعل بدعات نہ ہوں رفتہ رفتہ بدعات سے بھی آگے تجاوز کر جاتی ہیں۔

فقط بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

سوال ۴:۔بزرگان دین کے صدہا مزار ہیں جن کی فاتحہ خوانی جائز و ناجائز دونوں طرح ہو رہی ہے۔فاتحہ خوانی کے لیے مزاروں پر حاضر ہونے کو واجب اور

فرض سمجھنا کیسا ہے۔ایصال ثواب ہر جگہ سے ہو سکتا ہے یا مزاروں پر جانا ضروری ہے۔نیز اس طریقہ سے دعا کرنا کہ یا حضرت آپ اللہ کے دوست ہیں اور اس کے مقبول بندے ہیں آپ خدا سے میرے لیے دعا کیجئے کہ خدا مجھے مقصد میں کامیاب کرے یہ دعا جائز ہے یا نہیں؟

مزاروں پر عرس ہوتے ہیں ان میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

الجواب:۔ایصال ثواب کے لیے قبر پر جانے کی ضرورت نہیں ہر جگہ سے پہنچتا ہے۔البتہ قبر پر جانے سے دوسرے فوائد ہیں عامہ مومنین کی قبر پر جانے سے عبرت اور اعزاء واقرباء کی قبروں پر عبرت کے ساتھ ادائے حق بھی اور بزرگوں کی قبروں پر اس کے ساتھ برکات بھی۔دعا میں صاحب قبر کو خطاب نہ کرنا چاہئے بلکہ یوں دعا کرے تو مضائقہ نہیں کہ یا اللہ فلاں مقبول بندے کے طفیل سے ہمارا کام کر دے۔

سوال ۵:۔زید سنتا ہے کہ فلاں بزرگ کی درگاہ نہایت عالیشان ہے اس کو سن کر وہ سفر طے کر کے درگاہ کے دیکھنے کو جاتا ہے یہ جانا کیسا ہے؟

الجواب:۔اگر وہاں بدعات ومنکرات میں مبتلا نہ ہو تو جائز ہے۔

سوال ۶:۔زید کہتا ہے اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو فلاں بزرگ کی درگاہ پر چادر چڑھاؤں گا،اور وہاں بنام خدا نیاز کروں گا یہ کیسا ہے؟ اگر زید کا کام حسب منشا ہو جائے تو چادر چڑھانا اس پر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب:۔چادر قبر پر چڑھانا خود بھی ناجائز ہے اور نذر اس کی کرنا دوسرا گناہ ہے۔اور یہ نذر صحیح بھی نہیں ہوئی۔

سوال ۷:۔مولود شریف جو مروجہ طریقہ سے ہوتا ہے کیا حکم رکھتا ہے؟ مولود

میں قیام جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ۔ناجائز ہے اور اگر بدعات وتعینات مروجہ سے خالی ہو تو جائز ہے۔

سوال ۸: ۔شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی گیارہویں ایصال ثواب کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ۔ایصال ثواب جائز ہے بشرطیکہ گیارہویں کی تخصیص نہ کرے۔

سوال ۹: ۔بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کے لیے کھانا مزاروں پر بھیجا جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں۔اگر مکان میں فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کر دیا جائے تو کیا ثواب کم ہوتا ہے جیسے اکثر لوگوں کا مقولہ ہے کہ نیاز قبول نہیں ہوسکتی جب تک مزاروں پر نہ بھیجی جائے۔

الجواب: ۔مزار پر بھیجنا فضول اور لایعنی حرکت ہے۔ہر جگہ سے ایصال ثواب ہوسکتا ہے۔

سوال ۱۰: ۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فاتحہ خوانی جو عشرہ محرم میں ہوتی ہے اس کے لیے کیا حکم ہے۔نیز ان کا ذکر شہادت پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: ۔ایصال ثواب یا ذکر شہادت کے لیے عشرہ [illegible]م کی تخصیص [illegible] اور بدعت ہے۔بلاتعین کبھی کسی وقت کرے تو جائز اور ثواب [illegible] ہے۔ فقط

بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔[illegible] ربیع الاول ۰[illegible]

تمت